بسم اللہ الرحمن الرحیم

المقدّمة: مبادی النحو

تحتوي المقدمة على خمسة فصول:

[فصل اول: لفظ اور اس کے اقسام کے بیان میں]

لفظ: کالغوی معنیٰ پھینکنا ہے، کہاجاتا ہے" أَكَلْتُ التَمْرَةَ وَلَفَظْتُ النَّوَاةَ " ـــــ [ص:۲۲] (میں نے کھجور کھایا اور گٹھلی پھینکی) اور" لَفَظَتِ الرَّحى الدَقِيقَ" (چکی نے آٹا پھینکا)

اصطلاحاً: انسان کے منہ سے نکلنے والی وہ آواز جو بعض حروف تہجی پر مشتمل ہو تحقیقاً: جیسے: محمد، یا تقدیراً: جیسے: افعال وصفات میں ضمائر مستترہ۔

لفظ کی دو قسمیں ہیں (۱) مستعمل اور اسے موضوع سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ (۲) مہمل

لفظ موضوع: وہ ہے جو وضع کے اعتبار سے کسی معنیٰ مفرد یا مرکب پر دلالت کرے۔ اور اسے قول سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

لفظ مہمل: وہ ہے جو وضع کے اعتبار سے اس (مفرد یا مرکب) پر دلالت نہ کرے، جیسے:" لجرٍ" جو رجل کا مقلوب ہے، اور" تیب" جو بیت کا مقلوب ہے اور"دیز"جو زید کا مقلوب ہے۔

(۱) مفرد ـــــــ (۲) مرکب

مفرد: وہ ہے جس کا جز اس کے معنیٰ کے جز پر دلالت نہ کرتا ہو، جیسے" رجل" تو را، جیم اور لام مدلول رجل میں سے کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی کو نحویوں کے نزدیک کلمہ کہاجاتا ہے۔

مرکب: (۱) وہ ہے جس کا جز اس کے معنیٰ کے جز پر دلالت کرتا ہو جیسے "عاصمة الهند" (ہندوستان کی راجدھانی)" كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ"[آل عمران/۱۸۵] (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے) کیوں کہ ان دونوں اجزا میں سے ہر جز ان دونوں کے معنیٰ کے جز پر دلالت کرتا ہے۔

[فصل ثانی: کلمہ اور اس کے اقسام کے بیان میں]

کلمہ اصطلاح میں: وہ لفظ مفرد ہے جو وضع کے اعتبار سے کسی معنیٰ پر دلالت کرے ،جیسے:" كتاب" "مدرسه"

کلمہ لغت میں: مندرجہ ذیل معانی پر اطلاق ہوتا ہے۔

[۱]-جو انسان بولے خواہ مفرد ہو یا مرکب ـــــــ [۲]-لفظ واحد

[۳]-جملہ یا کامل معنیٰ والی عبارت جیسا کہ نحویوں کے قول میں " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کلمہ توحید ہے۔

[۴]-طویل مرتب کلام قصیدہ ہو، یا خطبہ، یا مقالہ، یا رسالہ، کہاجاتا ہے۔"قال الشاعر فی کلمتِهٖ ای قصیدتِهٖ" شاعر نے اپنے کلمہ یعنی اپنے قصیدہ میں کہا۔

کلمہ میں تین لغتیں ہیں:

(۱) " كَلِمَةٌ" جیسے "نَبِقَةٌ" (بیر) کے وزن پر، اور یہ فصیح لغت اور حجازی لغت ہے اور اسی پر قرآن نازل ہوا ہے۔ اور اس کی جمع" كَلِمٌ" جیسے "نَبِقٌ" ۔

(۲)" كِلْمَةٌ" سِدْرَةٌ کے وزن پر، اس کی جمع كِلْمٌ ہے جیسے سِدْرٌ.

(۳) " كَلْمَةٌ" "تَمْرَةٌ" کے وزن پر، اس کی جمع كَلْمٌ ہے جیسے تَمْرٌ اور یہ دونوں تمیمی لغت ہے۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں: ۱-اسم ۲-فعل ۳-حرف ـــــــــ [ص:۲۳]

دلیل حصر: مذکورہ تین میں اس کے منحصر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ یا تو کسی معنیٰ پر بذات خود دلالت نہ کرے گا اور وہ حرف ہے۔ یا اس پر دلالت کرے گا اس صورت میں یا تو اس کا معنیٰ تینوں زمانوں (ماضی رحال رمستقبل) میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہو گا یا نہیں ان دونوں میں پہلا فعل اور دوسرا اسم ہے۔

اور تمھارے سامنے یہ تینوں اقسام تین بحثوں میں ہیں:

[بحث اول: اسم کے بیان میں]

اسم: وہ ایسا کلمہ ہے جو بذات خود ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو سمجھنے کے اعتبار سے مستقل اور وضع کے اعتبار سے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو۔ **جیسے:** هند، هلال، شمس، تمرة، مجد (بزرگی) تجربة.

علامات اسم: اس کے لیے بہت سی علامتیں ہیں جو اسم کے ساتھ خاص ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں، ان میں زیادہ ظاہر اور زیادہ مشہور درج ذیل ہیں:

[۱]-غیر موصولہ:"الف لام" کا دخول، جیسے:"الرجل، الكتاب ، العلم" اور لیکن "الف لام" موصولہ تو کبھی وہ فعل مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے جیسا کہ فرزدق کے قول میں:

[ماانت بالحكم الترضى حكومتهٗ...☆...الاصيل ولاذی الرای والجدل]

{**ترجمہ:** تو ایسا فیصل نہیں جس کا فیصلہ مانا جائے اور نہ شریف النسب، نہ عقلمند اور نہ چرب زبان}

[۲]-اس کسرہ سے مجرور ہونا جس کو عامل پیدا کرتا ہے خواہ حرفاً ہو یا اضافۃً، جیسے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔(اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے)

[۳]-ندا ہونا: اور کلمہ کا منادی ہونا ہے، تو ہر منادی اسم اور اس کا منادی ہونا اس کی اسمیت کی علامت ہے ۔مثلاً: یاعلی، یا زینب، یاخالد وغیرہ۔

[۴]-تنوین اپنے تمام اقسام کے ساتھ سوائے تنوین ترنم کے، جیسے:"رَجُلٌ ، دَارٌ"۔

[۵]-مسندالیہ ہونا: وہ اس کا اس کی طرف ہونا ہے جس سے فائدہ تام ہو۔ جیسے:"ذھب المسافر" (مسافر گیا) "محمد رسول" (محمد ﷺ رسول ہیں) اور ——— [ص:۲۴]

مسندالیہ کبھی فاعل واقع ہوتا ہے، جیسے:"ضحك حسن"— (حسن ہنسا)

یا نائب فاعل ہو، جیسے:" سُجن اللصُّ" ——— (چور قید کیا گیا)

یا مبتدا: جیسے: المسافۃُ بعیدۃٌ ——— (مسافت لمبی ہے)

یا فعل ناقص کا اسم ہو، جیسے:"صار الفقیر غنیاً" —— (فقیر مالدار ہو گیا)

یا حروف مشبہ بالفعل کا اسم ہو، جیسے:" اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ "۔

یا لائے نفی جنس کا اسم، جیسے"لا طالب غائب ھٰذا الیوم" (اس دن کوئی طالب علم غائب نہیں ہے)

یا ان حرفوں کا اسم جو"لیس"کا عمل کرتا ہے۔ جیسے:"مازھیر کسولا"—— (زہیر سست نہیں ہے)

"وتعز فلا شئ علی الارض باقیا" —— (اور تو صبر کر تو زمین پر کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں)

اور مسند کبھی فعل واقع ہوتا ہے، یا اسم، مبتدا کی خبر، یا حروف مشبہ بالفعل کی خبر، یا لائے نفی جنس کی خبر، یا ان حروف کی خبر جو لیس کا عمل کرتا ہے۔

[۶]-اصلی طور پر تائے تانیث متحرکہ کا قبول کرنا، جیسے: ساکنۃ ۔ عالمۃ ۔ راشدۃ وغیرہ

[۷]-مصغر ہونا، جیسے: جیسے: رجیل ۔ قریش.

[۸]-یائے نسبت کا لاحق ہونا، جیسے:'مکی' 'مدنی' ' حنفی' 'قادری' وغیرہ

[۹]-موصوف ہونا، جیسے:"محب صادق" (سچا دوست) **وَخُلِقَ الْاِنْسٰنُ ضَعِیْفًا** [النساء/۲۸] (انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے)

[۱۰]-ذوالحال ہونا، جیسے:"عاد القائد من الحرب ظافراً" (سپہ سالار جنگ سے کامیاب ہو کر لوٹا)

وجہ تسمیہ: یہ "سمُوٌ" سے ماخوذ ہے "علوٌ" بلندی کے معنیٰ میں، اور اسے اسم سے موسوم کیا جاتا ہے اپنے دونوں قسیم اور دونوں نظیر پر بلند ہونے کی وجہ سے۔ کیوں کہ صرف اس سے کلام مرکب ہوتا ہے برخلاف اس کے دونوں نظیر فعل اور حرف کے۔ **یہ بصریوں کا مذہب ہے اور یہی پسندیدہ ہے۔**

کوفیوں ن + ے کہا کہ وہ "وسمٌ" سے ماخوذ ہے، علامت کے معنیٰ میں، اور اسے اسم سے موسوم کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہ مسمّیٰ پر علامت ہے۔

[بحث ثانی: فعل کے بیان میں]

فعل: وہ کلمہ ہے جو بذات خود ایسے حدثی معنیٰ پر دلالت کرے جو وضع کے اعتبار سے تینوں زمانوں (ماضی ،حال، مستقبل) سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہو، جیسے:"ذھب، یذھب، اذھب"۔

علامات فعل: فعل کی چند علامتیں ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے زیادہ مشہور درج ذیل ہیں:

[۱تا۴] (۱)-قد(۲)-سین (۳)-سوف(۴)-اور حرف جازم۔ کا دخول ——— [ص:۲۵]

مثلاً"قدقام" —"سوف نذھب"(عن قریب ہم جائیں گے)— "لم یذھبُوا" (وہ نہیں گیے)—"قدیضحكُ" (کبھی وہ ہنستا ہے)— "سنذھب" (عن قریب وہ جاے گا)

[۵ تا ۷] (۵)-ضمیر بارز مرفوع کا متّصل ہونا۔ (۶)- تاے تانیث ساکنہ کا (۷)-تاکید کے دونوں نون کا متّصل ہونا، جیسے "شربتُ"—"شربت"—"لیکتُبَنَّ" (توضرور لکھے گا)—"لیکتُبَنْ" (وہ ضرور دیکھے گا)

[۸]-ماضی اور مضارع کی گردان آنا۔

[۹]-امر یا نہی ہونا۔

[بحث ثالث: حروف کے بیان میں]

حرف: وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں ہو اور یہ دلالت زمانہ سے خالی ہو۔

حـــرف: اسم اور فعل کی علامتوں میں سے کسی کو قبول نہیں کرتا ہے، وہ بذات خود کسی معنی پر دلالت بھی نہیں کرتا ہے، بلکہ اس کی دلالت ایسے معنی پر ہوتی ہے جو اس کے غیر میں ہو بعد اس کے کہ وہ کسی جملہ میں ہو۔ تو حرف "من" اور حرف "الی" مثال کے طور پر جب وہ دونوں منفرد ہوں تو ان دونوں کے لیے کوئی معنی نہیں لیکن اگر وہ کسی جملہ میں ہوں، جیسے: "قرأت الکتاب من اولہ الی الصفحۃ العاشرۃِ" (میں نے کتاب شروع سے دس صفحہ تک پڑھا) تو" من" اس وقت فعل کی ابتداء پر دلالت کر رہا ہے اور "الی" اس کی انتہا پر۔

اور حرف نہ مسند ہو سکتا ہے اور نہ مسند بہ۔ لیکن اس کے بہت فوائد ہیں ان میں اہم یہ ہیں کہ:

وہ دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے، مثلاً:"الاسدُ فی الغابۃِ" —— (شیر جنگل میں ہے)

❖ یادو فعل کے درمیان، جیسے:"ارِیدُ ان ازور المدینة المنورة" (میں مدینہ منورہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں)

یا ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان جیسے "کتبتُ بالقلمِ"

یا دو جملوں کے درمیان جیسے:"لئن شکرتم لَاَزِیْدَنَّکُمْ" (اگر تم شکر ادا کروگے تو تمھیں اور عطا کروں گا)

[حرف کی تین قسمیں ہیں:]

[۱]-وہ جو اسم کے ساتھ مختص ہو جیسے "حرف جر" " حسن فی البیت " (حسن گھر میں ہے) کے مثل میں، اور "ان" "ان الحکومة عادلةٌ" کے مثل میں۔

[۲]-وہ قسم جو فعل کے ساتھ مختص ہو، جیسے:"لم" [لم أقرأ صحیفةً ھذا الیوم](میں نے اس دن کوئی صحیفہ نہیں پڑھا) کے مثل میں۔

[۳]-وہ قسم جو مختص نہ ہو۔ اور یہ وہ حرف ہیں جو اسما اور افعال پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے، حروف عطف اور استفہام کے دو حرف، جیسے:"اشتریتُ قلماً و کراسةً" (میں نے ایک قلم اور ایک کاپی خریدی)"جَاء الشُّرطِیُّ و قبض علی اللّصّ"، (پولیس آئی اور چور کو پکڑی) " ھل انت مذاکرٌ؟"(کیا تو مذاکرہ کرنے والا ہے؟)

[فصل ثالث: مرکبات اور ان کی قسمیں اور ان کے اعراب کے بیان میں][ص:۲۶]

مرکب: ایسا قول ہے جو دو کلموں یا اس سے زیادہ سے مرکب ہو کسی فائدے کے لیے، خواہ فائدہ تام ہو مثلاً: "النجاة فی الصدق" (سچائی میں نجات ہے)—یا ناقص ہو، مثلاً:"نور الشمس" (سورج کی روشنی) "الانسانیة الفاضلة" (فضیلت والی انسانیت) "ان تتعن عملك" (اگر تم اپنے کام کو عمدہ بناؤگے)

مرکب کی چھ قسمیں ہیں:[۱]-اسنادی[۲]-اضافی[۳]-بیانی[۴]-عطفی[۵]-مزجی[۶]-عددی

[۱]-**اسناد:** وہ ایک شئ کا دوسری شئ پر حکم لگانا ہے، جیسے: تمھارے قول"زھیرٌ مجتھدٌ" میں زھیر پر اجتہاد کا حکم لگایا گیا ہے۔

محکوم بہ کو "مسند" کہتے ہیں اور محکوم علیہ کو "مسند الیہ" کہتے ہیں تو "مسند" وہ ہے جس کے ذریعہ کسی شئ پر آپ حکم لگائیں۔ اور مسند الیہ وہ ہے جس پر آپ کسی شئ کا حکم لگائیں۔

مرکب اسنادی: وہ ہے جو مسند اور مسند الیہ سے مرکب ہو جیسے:"الحلم زین" (بردباری زینت ہے)"یفلح المجتھد" (محنتی کامیاب ہوتا ہے) اور اسے جملہ بھی کہا جاتا ہے۔

کلام: وہ جملہ ہے جو معنی تام کا فائدہ دے اور اپنی ذات پر اکتفا کرنے والا ہو، مثلاً:"راس الحکمة مخافة الله" (حکمت کی اصل اللہ کا خوف ہے)"فاز المتقون" (پرہیزگار لوگ کامیاب ہوئے)"من صدق نجا" (جس نے سچ کہا اس نے نجات پائی)

تو اگر جملہ معنی تام کا فائدہ نہ دے اور اپنے آپ اکتفا کرنے والا نہ ہو تو اسے کلام نہیں کہا جائے گا۔ مثلاً:"ان تجتھد فی عملك" (اگر تم اپنے کام میں محنت کرو) تو یہ جملہ فائدہ دینے میں ناقص ہے کیوں کہ جواب شرط اس میں مذکور نہیں اور معلوم نہیں، تو اسے کلام نہیں کہا جائے گا۔ پس اگر تم جواب ذکر کرو اور کہو"ان تجتھد فی عملك تنجح" (اگر تم اپنے کام میں محنت کروگے تو تم کامیاب ہوگے) لہذا یہ کلام ہو جائے گا۔

[۲]-**مرکب اضافی:** وہ ہے جو مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ہو، مثلاً:"کتاب التلمیذ" (طالب علم کی کتاب)"صوم النھار" (دن کا روزہ)

اور اس کے جزء ثانی کا حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

[۳]-**مرکب بنائی:** ہر وہ دو کلمہ ہے جس میں دوسرا معنی اول کی وضاحت کرتا ہو— اور اس کی تین قسمیں ہیں:[۱]-مرکب وصفی[۲]-مرکب توکیدی[۳]-مرکب بدلی

(۱)-مرکب وصفی:- وہ ہے جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے، جیسے:"فاز التلمیذ المجتھد"(محنتی طالب علم کامیاب ہوا)"أکرمتُ التلمیذ المجتھد" (میں نے محنتی طالب علم کی تعظیم کی) "سررتُ بحسن اخلاق التلمیذ المجتھد" (میں محنتی طالب علم کے حسن اخلاق سے خوش ہوا)

(۲)-مرکب توکیدی:- وہ ہے جو موَکِّد (تاکید کرنے والا) اور موَکَّد (جس کی تاکید کی گئی ہو) سے مرکب ہو، مثلاً:"جاء القوم کلھم" (پوری قوم آئی)"اکرمتُ القوم کلھم"(میں نے پوری قوم کی تعظیم کی) "احسنْتُ القوم کلھم" (میں نے پوری قوم کے ساتھ حسن سلوک کیا)

(۳)-مرکب بدلی:- وہ ہے جو بدل اور مبدل منہ سے مرکب ہو، مثلاً:"جاءخلیل اخوك" (تیرا بھائی خلیل آیا)"رایت خلیلاً اخاك" (میں نے تیرے بھائی خلیل کو دیکھا)"مررت بخلیل اخیك" میں تیرے بھائی خلیل کے پاس سے گزرا)

اور مرکب بنائی کے جزء ثانی کا حکم یہ ہے کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل اتباع کرے، جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

[٤]-**مرکب عطفی:** وہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ سے مرکب ہو، ان دونوں کے درمیان حرف عطف کے واسطے سے، مثلاً:﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾[البقرة]

(نمازوں کی پابندی کرو خاص کر نماز عصر کی) اور حرف عطف کا مابعد کا حکم یہ ہے کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کی اتباع کرے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

[۵]-مرکب مزجی: ہر وہ دو کلمہ ہے جسے مرکب کیا گیا ہو اور اسے ایک کلمہ کردیا گیا ہو، مثلاً: "بعلبك" (ملک شام کا ایک شہر) "بيت لحم" (فلسطین کا ایک شہر جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) "حضرموت" (یمن کا شہر) "سيبويه" "صباح مساء" (صبح اور شام) "شذر مذر" (متفرق ہونا) اور اگر مرکب مزجی علم ہو تو اسے غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا، جیسے: مثلاً: "بعلبك بلدة طيبة الهوا" (بعل ایسا شہر ہے جس کی ہوا خوش گوار ہے) "سكنتُ بيت لحم" (میں نے بیت لحم میں سکونت اختیار کیا) "سافرت الى حضر موت" (میں نے حضر موت کا سفر کیا) ———— [ص:۲۷]

مگر جب کہ اس کا جزء ثانی کلمہ "ويه" ہو تو وہ ہمیشہ کسرہ پر مبنی ہوگا، مثلاً: "سيبويه عالم كبير" (سیبویہ بڑا عالم ہے) "رأيت سيبويه عالماً كبيراً" (میں نے بڑے عالم سیبویہ کو دیکھا) "امنعت فى كتاب سيبويه" (میں نے سیبویہ کی کتاب میں غور کیا" اور اگر وہ علم نہ ہو تو دونوں جز فتح پر مبنی ہوگا، مثلاً: "زرني صباح مساء" (توصبح و شام میری زیارت کر) "انت جارى بيت بيت" (تو میرا قریبی پڑوسی ہے)

[۶]-مرکب عددی: مرکبات مزجیہ میں سے ہیں، اور وہ ہر دو عدد ہے جن دونوں کے درمیان حرف عطف مقدر ہوتا ہے اور وہ "أحدعشر" سے "تسعة عسر" تک ہے اور "الحادى عشر" سے "التاسع عشر" تک ہے۔

لیکن "أحدوعشرون" سے لے کر "تسعة و عشرون" تک تو وہ مرکبات عددیہ میں سے نہیں ہے بلکہ وہ مرکبات عطفیہ میں سے ہیں، کیوں کہ حرف عطف مذکور ہے۔

اور مرکب عددی کے دونوں جز کا مفتوح ہونا واجب ہے، خواہ وہ مرفوع ہو، مثلاً: "جاءاحدعشر رجلاً"
یا منصوب ہو، مثلاً: "رأيت احدعشر كوكباً"
یا مجرور ہو، مثلاً: "احسنت الى احد عشر فقيراً" (میں نے گیارہ فقیروں کے ساتھ حسن سلوک کیا)
اور اس وقت لفظاً اس کا دونوں جز مبنی پر فتح ہوگا اور محلاً مرفوع یا منصوب یا مجرور ہوگا سوائے "اثنى عشر" کے۔ تو اس کے جزء اول کو تثنیہ کا اعراب دیا جائے گا۔ حالت رفعی میں "الف" کے ذریعہ، مثلاً: "جاء اثنا عشر رجلاً" اور حالت نصبی و جری میں "یا" کے ذریعہ، مثلاً: "اکرمت اثنتى عشر فقيرة باثنتى عشر درهماً" (میں نے بارہ درہم سے بارہ فقیر عورتوں کی مدد کی) اور جزء ثانی پر مبنی بر فتح ہے۔ اور اس کا کوئی محل اعراب نہیں، تو وہ تثنیہ کے نون کے منزل میں ہوگا۔

جو عدد فاعل کے وزن پر ہو اس کے آخر میں یا نہ ہو اور وہ عشر سے مرکب ہو جیسے: "ثالث عشر" سے "تاسع عشر" تک اس کا دونوں جز بھی مبنی بر فتح ہوگا۔ مثال: "جاء الرابع عشر ، ورأيت الرابعة عشرة"
لیکن جس کا جزء اول یا پر ختم ہو تو اس کے پہلے جزء اول میں دو لغت ہے یا کا فتح اور یا کا سکون اول زیادہ صحیح ہے۔ جیسے: "حادىُ عشر وحادىَ عشر".

[فصل رابع: عامل، معمول اور عمل] [ص:۲۸]

جب کلمات جملے میں منظم کیے جائیں: تو ان میں سے بعض وہ ہے جو اپنے متّصل میں اثر ڈالے، اور بعض وہ ہے جس میں اس کا ماقبل اثر ڈالتا ہے، اور بعض وہ ہے جو نہ اثر ڈالتا ہے اور نہ اثر قبول کرتا ہے اور وہ نتیجہ جو اثر ڈالنے والے کے اثر ڈالنے اور اثر قبول کرنے والے کے اثر قبول کرنے سے حاصل ہو یہی اثر ہے جسے عمل اور اعراب کہا جاتا ہے۔

العامل: عامل وہ ہے جو غیر میں تغیر پیدا کرے، تو وہ اس کو مرفوع یا منصوب یا مجرور یا مجزوم کرے گا جو اس سے متّصل ہے۔

العامل قسمان: عوامل کی دو قسمیں ہیں: [۱]-لفظيه [۲]-معنويه

الفظيه: لفظیہ وہ موثر ہے جس کا حقیقتاً یا حکماً تلفظ کیا جا سکے تو وہ عامل جس کا حقیقتاً یا حکماً تلفظ کیا جا سکے وہ ہے جو عبارت میں مذکور ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران/۹۲] (تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو) میں "لن".

الملفوظ: (عامل) ملفوظ حکماً وہ ہے جو عبارت میں مذکور نہ ہو، لیکن وہ مذکور ہو جو اس پر دلالت کرتا ہے مثلاً: فعل مضارع کو نصب دینے والا "ان" جو "حتی" کے بعد مقدر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵﴾ [بنی اسرائیل] (اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں) میں۔

العوامل المعنويه: عوامل معویہ وہ ہے جس کا حقیقتاً یا حکماً تلفظ نہ کیا جا سکے۔

وهى قسمان: اور اس کی دو قسمیں ہیں: **(الاول)** اسم کا عامل لفظی سے خالی ہونا ہے، اور وہ نحویوں کی اصطلاح میں ابتدا سے مشہور ہے، اور وہ مبتدا اور خبر کو رفع دیتا ہے یہی راجح اور مشہور مذہب ہے۔

(الثانی) ثانی وہ فعل مضارع کا عامل عاصب وجازم سے خالی ہونا ہے، اور وہ مضارع کو مرفوع کرتا ہے۔

[العوامل اللفظية ثلاثة اقسامٍ: عوامل لفظیہ کی تین قسمیں ہیں:]

افعال-اسما-اور-حروف۔

المعمول: معمول وہ ہے جس کا آخر رفع یا نصب یا جر یا جزم کے ذریعہ بدل جائے اس عامل کے تاثیر سے جو اس کے ساتھ ہے۔

اور معمولات وہ اسما اور فعل مضارع ہیں۔

المعمول علی ضربین: معمول کی دو قسمیں ہیں:ـــــــ [ص:۲۹]

(۱)-معمول بالاصالة(اصلی معمول)(۲)- معمول باالتبعية(غیر اصلی معمول)

المعمول بالاصالة: معمول بالاصالۃ وہ معمول ہے جس میں عامل بلا واسطہ اثر ڈالے ، جیسے: فاعل، نائب فاعل، مبتدا اور خبر وغیرہ

المعمول بالتبعية: وہ ہے جس میں عامل اپنے متبوع کے واسطے سے اثر ڈالے ، جیسے: نعت، عطف، توکید اور بدل۔

العمل: عمل وہ اثر ہے جو عامل کے تاثیر سے حاصل ہو، یعنی رفع، یا نصب یا جر، یا جزم (سے) اور اسے اعراب بھی کہا جاتا ہے۔

[فصل خامس: اعراب، بنا، معرب، مبنی اور وہ جوان دونوں سے متّصل ہو]

جب کلمات جملے میں منظم کیے جائیں ، تو بعض وہ ہے جس کا آخر اس جملے میں اپنے مرکز کے اختلاف کے ساتھ ان عوامل کے بدلنے کی وجہ سے بدل جائے جو اس سے پہلے ہے، اور بعض وہ ہے جس کا آخر نہ بدلے ، اگر چہ وہ عوامل بدل جائیں جو اس سے پہلے ہیں، تو پہلے کو "معرب" اور دوسرے کو "مبنی" اور عامل کے ذریعہ بدلنے کو "اعراب" اور عامل کے ذریعہ نہ بدلنے کو "بنا" کہا جاتا ہے۔

الاعراب لغةً: اعراب لغوی اعتبار سے ظاہر کرنے کے معنی میں ہے ، تم کہتے ہو ،"اعربتُ عن سروری اذا اظهرتهٗ وانبته" (میں نے اپنی خوشی ظاہر کی جب تم اس کا اظہار کرو اور اس کو ظاہر کرو)

الاعراب اصطلاحاً: اعراب اصطلاحی اعتبار سے وہ اثر یا وہ اثر مقدر ہے جس کو عامل کلمے کے آخر میں پیدا کرے تو اس کا آخر مرفوع یا مجرور یا منصوب یا مجزوم ہوگا اس کے مطابق جس کا عامل مقتضی ہے، تم کہتے ہو،"عاد المسافر" (مسافر لوٹا)"استقبلتُ المسافر"(میں نے مسافر کا استقبال کیا)"سلمتُ علي المسافر" یہ اس اعراب کی مثال ہیں جس کے عامل کا اثر ظاہر ہے ، اور یہ اثر کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے تو وہ مقدر ہوگا جیسا کہ تمھارا قول: جاء الفتی ـ رأيت الفتی ـ مررت باالفتی -میں۔

اور "فتی" کے اعراب پر دلیل ہے-جب کہ وہ ان مثالوں میں مفرد ہو -یہ ہے کہ اس کے آخر کی علامت تثنیہ اور جمع کے وقت تبدیل ہو جاتی ہے ، تم تثنیہ کے وقت کہتے ہو"جاء الفتيان" "رأيت الفتيين" "مررت باالفتيين" اور تم جمع کے وقت کہتے ہو،" جاء الفتون ـ رأيتُ الفتين ـ مررت باالفتين"۔

اعراب کی تین قسمیں ہیں:(۱)-لفظی (۲)- تقدیری (۳)-محلی

فالاعراب اللفظی: اعراب لفظی وہ ہے جس کے بولنے سے کوئی مانع نہ روکے ، جیسے "جاء سليمٌ" قابلتُ سلماً ، اور اخذ من سليمٍ۔

والاعراب التقديری: اعراب تقدیری وہ ہے جس کے تلفظ سے کوئی مانع یعنی دشواری، یا ثقل یا مناسبت (روکے)، جیسے:"يدعوالفتی والقاضی وغلامی"تو سب مرفوع ہیں ایسے ضمہ کے ذریعہ جو ان کلمات کا آخر ہے۔ مقدر ہے "فتی" میں دشواری کہ وجہ سے "يدعوا" اور "قاضی" میں ثقل کی وجہ سے اور "غلامی" میں یاے متکلّم کی مناسبت کی وجہ سے۔

والاعراب المحلی: اعراب محلی وہ ہے جو ان مبنیات میں واقع ہوتا ہے جن پر بنا طاری ہو تغیر اعتباری کہ وجہ سے تو وہ ظاہر نہیں ہوگا اور نہ مقدر ہوگا، جیسے:"جاء زيدٌ" تو اسم اشارہ مبنی بر سکون ہے محل رفع میں ہے کیوں کہ وہ فاعل ہے۔

المعرب: معرب وہ ہے جس کا آخر عوامل کے داخل ہونے کے سبب بدل جائے۔ــــــ [ص:۳۰]

[انواع الاعراب اربعة: اعراب کی چار قسمیں ہیں:۱-رفع ۲-نصب ۳-جر ۴-جزم]

تو رفع اور نصب اسم اور فعل کے درمیان مشترک ہے ـــ اور جر اسم کے ساتھ خاص ہے ـــ اور جزم فعل کے ساتھ خاص ہے تو کوئی اسم مجزوم نہیں اور کوئی فعل مجرور نہیں۔ اور اعراب اسما اور افعال کے درمیان مشترک ہے سوائے حروف کے۔ تو ان (حروف) پر کوئی اعراب قطعاً واقع نہیں ہوگا۔ مجرور ہونا صرف اسم کے ساتھ خاص ہے اور مجزوم ہونا فعل کے ساتھ برابری کی وجہ سے ، کیوں کہ جر ثقیل ہے جو اسم کی خفت کی تلافی کرتا ہے ، اور جزم خفیف ہے جو فعل کی ثقل کی تلافی کرتا ہے۔

علامات الاعراب: اعراب کی علامتیں: حرکت-یا حرف-یا حذف ہے

تو حرکات تین ہیں: ۱-ضمہ ۲-فتحہ ۳-کسرہ ـــــ اور حروف چار ہیں: ۱-الف ۲-نون ۳-واو ۴-یا

اور حذف یا حرکت کا دور کرنا ہے اور اسے سکون کہا جاتا ہے ، یا آخر کا ختم کرنا، یا نون کا دور کرنا۔

{۱}-علامات رفع: رفع کی چار علامتیں ہیں: ۱-ضمہ ۲-واو ۳-الف ۴-نون —— ان میں ضمہ اصل ہے۔

اس کی مثال: "یحب الصادق" (فلح المومنون ، ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ﴾[الطلاق/۷] (مقدور والا ، اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے) یکرم التلمیذ ان المجتهدان.تنطقون بالصدق . تفرحون بالصدقة'(توصدقہ سے خوش ہوتی ہے)تدخلان الحديقة۔

{۲}-علامات النصب: نصب کی پانچ علامتیں ہیں: ۱-فتحہ ۲-الف ۳-یا ۴-کسرہ ۵-اور حذف نون —

فتح اصل ہے۔ اس کی مثال: "جانب الشرّ فتسلم" (شر سے کنارہ کشی کر تو محفوظ رہے)اعط ذا الحق حقهٗ.(حق والے کو اس کا حق دے)"یحب اللہ المتقیین" کان ابو عبیدة عامر بن الجراح و خالد بن الولید قائدین عظیمین، أکرم الفتیات المجتهدات ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾[آل عمران/۹۲](تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو)

{۳}-علامات الجر: جر کی تین علامتیں ہیں: ۱-کسرہ ۲-یا ۳-فتحہ- کسرہ اصل ہے۔ اس کی مثال:

- ☆ "تمسك بالفضائل"—————— (تم فضائل کو لازم پکڑو)
- ☆ "اطع أمر أبيك"—————— (اپنے والد کے حکم کی اطاعت کر)
- ☆ "المرءُ باصغريهٖ:قلبهٖ ولسانهٖ" ———— (انسان دو چھوٹی چیز دل اور زبان سے جانا جاتا ہے)
- ☆ " تقرب من الصادقين و ابتعد عن الكاذبين "— (سچوں سے قریب رہو اور جھوٹوں سے دور رہو)
- ☆ " ليس فاعل الخير بأفضل من الساعى فيه"۔(بھلائی کرنے والا بھلائی کی کوشش کرنے والے سے افضل نہیں ہے)۔

{۴}-علامات الجزم: جزم کی تین علامتیں ہیں: ۱-سکون ۲-آخر کا حذف ہونا ۳-اور نون کا حذف ہونا —— ان میں نون اصل ہے۔ اس کی مثال:

- ❖ "من یفعل خیراً یجد خیرا"—— (جو شخص بھلائی کرتا ہے بھلائی پاتا ہے)
- ❖ "ومن يزرع شرّا يجن شراً" —— (اور جو برائی بوتا ہے وہ برائی کاٹتا ہے)
- ❖ "إفعل الخير تلق الخير " —— (تو بھلائی کر تاکہ بھلائی پائے)
- ❖ "لاتدع الااللہ" ———— (تم صرف اللہ کو پکارو)
- ❖ "قولواخیرا تغنموا" ———— (تم اچھی بات کہو تاکہ غنیمت پاؤ)
- ❖ "اسكنوا عن كل شرٍّ تسلموا"— (تم ہر برائی سے باز رہو تاکہ تم محفوظ رہو)۔

البناء والمبنی: البناء: بنا کلمہ کے آخر میں ایک حالت کا لازم ہونا اگرچہ عوامل بدل جائے۔

المبنی: مبنی وہ ہے جس کے آخر میں ایک حالت لازم ہو تو وہ عوامل مختلفہ کے بدلنے سے نہیں بدلے گا۔

المبنیات: مبنیات جملہ حروف، ماضی اور امر حاضر معروف ہے، اور وہ فعل مضارع ہے جس سے تاکید کے دونوں نون جمع مونث متّصل نہ ہو عارضی ہے۔

اور اسما میں معرب ہونا اصلی ہے اور بعض اسما کا مبنی ہونا عارضی ہے۔ حروف اور افعال میں مبنی ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ معانی مختلفہ جس کا بعض بعض سے اعراب کے ذریعہ تمیز کا محتاج ہو، جیسے: فاعلیت، مفعولیت، اور ضلالت، ان پر وارد نہیں ہوتا ہے۔

اور اسما میں معرب ہونے کی اصل وجہ اسما کا اس تمیز کا محتاج ہونا ہے۔ لیکن جب اسم حرف سے ایسا قوی مشابہت رکھے جو اس کو حرف سے قریب کر دے تو وہ اسم اسی کی طرح مبنی ہوگا۔

انواع البناء: اسما اور حروف جس پر مبنی ہیں اس کی معرفت سماع صحیح اور نقل صحیح پر موقوف ہے، کیوں کہ ان میں بعض ضم پر مبنی ہوتا ہے، اور بعض فتح پر، اور بعض کسر پر اور بعض سکون پر۔ لیکن اس کی معرفت کے لیے کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

[انواع البناء اربعة:]

بنا کی چار قسمیں ہیں:

پہلا: سکون — اور یہی اصل ہے اور اس کو وقف بھی کہا جاتا ہے، اور وہ اپنی خفت کی وجہ سے تینوں کلموں میں آتا ہے، جیسے: هل ، قم ، كم.

دوسرا: فتحہ — اور یہ سکون سے قریبی حرکت ہے تو وہ بھی تینوں کلموں میں آتا ہے، جیسے: سوف، این، قام.

تیسرا: کسرہ— **چوتھا:** ضمہ ہے—اور یہ دونوں اپنے ثقل اور فعل کی ثقل کی وجہ سے فعل میں واقع نہیں ہوتے ہیں۔ اور وہ دونوں اسم اور حرف میں داخل ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں کسرہ کی مثال: جیسے: "هٰؤلاء" اور لام جر اور ان دونوں میں ضمہ کی مثال، جیسے: حيثُ اور مُنذ، اس کی لغت میں جس نے اس کو حروف جارہ میں شمار کیا ہے۔

[القسم الاول: الاسم وانواعه: قسم اول: اسم اور اس کی قسموں کے بیان میں][ص:۳۲]

اور تم اس کی تعریف اور اس کی علامات مقدمۃ الکتاب میں پڑھ چکے ہو۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں: ۱- معرب ۲- مبنی

معرب: اسم معرب وہ اسم ہے جسے غیر کے ساتھ اس طور پر مرکب کیا گیا ہو کہ اس کے ساتھ اس کا عامل ہو اور وہ حرف سے ایسی قوی مشابہت نہ رکھے جو اسم کو حرف سے قریب کردے۔

مبنی: اسم مبنی وہ اسم ہے جسے غیر کے ساتھ اس طور پر مرکب نہ کیا گیا ہو کہ اس کے ساتھ اس کا عامل ہو یا وہ حرف سے ایسی قوی مشابہت رکھے جو اس کو حرف سے قریب کردے۔

اول کو متمکّن کہا جاتا ہے اور ثانی کو غیر متمکّن۔ اور معرب "متمکن امکن" کی طرح منقسم ہوتا ہے اور وہ منصرف ہے، جیسے: "زیدٌ وعمر" اور "متمکن غیرامکن" کی طرف اور وہ غیر منصرف ہے، جیسے: "احمد ومساجد" اور وہ قوی مشابہ جو اسم کو حرف سے قریب کرتی ہے خواہ وہ وضع کے اعتبار سے ہو یا معنی کے اعتبار سے محتاج ہونے کے اعتبار سے یا استعمال کے اعتبار سے تو اس کی چار قسمیں ہیں: جو درج ذیل ہیں۔

الاول: الشبہ الوضعی: اور شبہ وضعی اس طور پر کہ اسم ایک حرف پر مبنی ہو، جیسے: "کتبتُ" میں سے "تا" یا دو حرف پر جیسے: "کتبنا" میں سے "نا"۔

تو ضمائر مبنی ہیں اس لیے کہ وہ وضع میں حرف کے مشابہ ہیں کیوں کہ اکثر ضمیریں ایک حرف یا دو حرف پر موضوع ہیں۔

اور ان میں سے جو اس سے زیادہ پر موضوع ہے، تو وہ مبنی ہوگا اپنے اخوات پر محمول ہونے کی وجہ سے اور یہ اس لیے ہے کہ اسم کی کم سے کم تین حرف سے مرکب ہوتا ہے، تو اسما میں سے جو اس سے کم پر وارد ہوا ہے، وہ مبنی ہوگا وضع میں حرف کی مشابہت کی وجہ سے۔ جیسے: "ید و دم" تو وہ معرب ہیں اس لیے کہ وہ اصل میں تین حرف ہے، جیسے: "دمو و یدی"

الثانی: الشبہ المعنوی: دوسرا شبہ معنوی اس طور پر کہ اسم اپنے معنی میں حرف کے مشابہ ہو، جیسے: اسمائے شرط اور اسمائے استفہام۔ اور دوسرا جو حرف غیر کے مشابہ ہو، اس کا حق یہ ہے کہ اسے وضع کیا جائے۔ لیکن اسے وضع نہیں کیا گیا، جیسے: اسمائے اشارہ۔ تو یہ اسما معانی حروف کے متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں، کیوں کہ تم جس معنی پر محمول کررہے ہو اس کا حق یہ ہے کہ حرف کے ذریعہ ادا کیا جائے۔ تو اسمائے شرط حرف شرط کے مشابہ ہے، اور وہ "إن" ہے۔ اور اسمائے استفہام حرف استفہام کے مشابہ ہے، اور وہ ہمزہ ہے۔ اور اسمائے اشارہ غیر موجود حرف کے مشابہ ہے۔ تو وہ ایسے معنیٰ حرف کے متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جس کا وضع کیا جانا مناسب تھا لیکن وضع نہیں کیا گیا۔ اور یہ اس لیے کہ اشارہ، ان معانی میں سے ہے جس کا حق حرف کے ذریعہ ادا کیا جانا ہے، مگر یہ اس لیے کہ اشارہ، ان معانی میں سے ہے جس کا حق حرف کے ذریعہ ادا کیا جانا ہے، مگر یہ کہ نحویوں نے اشارہ کے لیے کسی حرف کو وضع نہیں کیا، جیسا کہ انھوں نے تمنی کے لیے "لیت" اور ترجی کے لیے "لعل" اور استفہام کے لیے "ہمزہ اور ھل" اور شرط کے لیے "إن" وضع کیا۔

الثالث: الشبہ الافتقاری الملازم: تیسرا شبہ افتقاری ملازم، اس طور پر کہ وہ ہمیشہ مابعد کا محتاج ہو، تاکہ اس کا معنی پورا ہوجائے۔ اور یہ جیسے اسمائے موصولہ اور وہ بعض ظروف ہیں جن کی اضافت جملے کی طرف لازم ہے۔

تو اسمائے موصولہ اپنے تمام احوال میں اس صلہ کے محتاج ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جو ان کا معنی پورا کرتا ہے، جیسا کہ حرف اپنے مابعد کا محتاج ہوتا ہے تاکہ اس کا معنی ظاہر ہو، اور وہ ظروف جن کی اضافت جملے کی طرف لازم ہے، جیسے: "حیث، اذا یا منذ" ہیں، یہ اس جملے کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جس کی طرف اس کی اضافت کی جاتی ہے جیسا کہ حرف اپنے مابعد کا۔ ـــــ [ص:۳۳]

[الرابع: الشبہ الاستعمالی: چوتھا شبہ استعمالی۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں:]

[۱]- قسم جو استعمال میں حرف عامل کے مشابہ ہو، جیسے: اسمائے افعال، تو وہ ماثر ہوکر استعمال ہوتا ہے نہ کہ متاثر ہوکر کیوں کہ وہ فعل کا عمل کرتا ہے اور اس میں دوسرا عمل نہیں کرسکتا ہے۔

[۲]- دوسری قسم جو استعمال میں حرف عاطل یعنی غیر عامل کے مشابہ ہو، اس اعتبار سے کہ وہ اس کے مثل ہے نہ اثر ڈالتا ہے اور نہ اثر قبول کرتا ہے، جیسے: اسمائے اصوات، تو وہ جیسے حروف استفہام، حروف تنبیہ اور حروف تحضیض اور اس کے علاوہ حروف عواطل ہیں، جو دوسرے میں عمل نہیں کرتے ہیں، اور نہ دوسرا اس میں عمل کرتا ہے۔

[الباب الاول: اسماء المعربه]

باب اول: اسمائے معربہ کے بیان میں:

اور وہ ایک مقدمہ، تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

رہا مقدمہ تو اس میں دو فصل ہیں۔

الفصل الاول: انواع اعراب الاسم

فصل اول: اسم کے اعراب کی قسموں کے بیان میں۔

اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: ۱- رفع ۲- نصب ۳- جر ـــــ اور اس کے اعراب کی علامت حرکت یا حرف ہے۔ اور اس میں اصل حرکات کے ذریعہ معرب ہونا ہے۔

المعرب بالحرکات من الاسماء:

حرکات کے ذریعہ معرب اسما:

حرکت کے ذریعہ معرب اسما کی چار قسمیں ہیں: اسم مفرد، جمع مکسر، جمع مونث سالم اور غیر منصرف۔

اور وہ ضمہ کے ذریعہ مرفوع، فتحہ کے ذریعہ منصوب اور کسرہ کے ذریعہ مجرور ہوگا، سوائے جمع مونث سالم کے، تو وہ فتحہ کے بدلے کسرہ کے ذریعہ منصوب ہوگا، جیسے: "اکرمت الفتیاتِ المجتھدات" (میں نے محنتی دوشیزاؤں کی تعظیم کی) اور وہ اسم جو غیر منصرف ہو، تو وہ کسرہ کے بدلے فتحہ کے ذریعہ مجرور ہوگا، جیسے: "ماالفقیر القانع بافضل من الغنی الشاکر" (قناعت کرنے والا فقیر شکر گزار مال دار سے افضل نہیں ہے)

اور حرکات اسم کے آخر پر ظاہر ہوتے ہیں، اگر وہ (اسم) صحیح الآخر ہو، یا جو اس کے قائم مقام یاے متکلّم کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے: "الحق منصور" "الدلو ممتلی" تو اگر وہ معتل آخر ہو الف کے ذریعہ (یعنی معتل الفی ہو)، یا یاے متکلّم کی طرف مضاف تو اس کے آخر پر دشواری کی وجہ سے تینوں حرکتیں مقدر ہوں گی، جیسے: "ان الھدی منی الفتی" (بے شک ہدایت نوجوان کی آرزو ہے) "ولدی فلذة کبدی"۔ (میرا لڑکا میرے جگر کا ٹکڑا ہے) ———— [ص:۳۴]

اور اگر یا کے ذریعہ معتل آخر ہو (یعنی اس کے آخر پر ضمہ اور کسرہ مقدر ہوتا ہے جیسے: "حکم القاضی علی الجانی" (قاضی نے ظالم کے خلاف فیصلہ کیا) لیکن فتحہ کو اس کی خفت کی وجہ سے یا پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے: "اجیبوا لداعی الی الخیر". (خیر کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو)۔

[المعرب بالحروف من السماء:]

حروف کے ذریعہ اسما:

حروف کے ذریعہ معرب اسما کی تین قسمیں ہیں: ۱- تثنیہ ۲- جمع مذکر سالم ۳- اسماے ستہ۔

تو تثنیہ الف کے ذریعہ مرفوع ہوگا، مثلاً: "افلح المجتھدون" اور یاے ماقبل مفتوح کے ذریعہ منصوب اور مجرور ہوگا۔ مثلاً: "اکرمت المجتھدین، واحسنت الیٰ المجتھدین".

اور بعض عرب حالت رفعی، نصبی اور جری میں تثنیہ کے ساتھ الف لازم قرار دیتے ہیں۔ اور وہ بنو الحارث بن کعب، خثعم، زبید، کنانہ اور دوسرے لوگ ہیں۔ تو وہ کہتے: "جاء الرجلان، رأیت الرجلان، مررت بالرجلان"۔ اسی پر شاعر کا قول:

[ان ابلھا و ابا اباھا ...☆... قد بلغا فی المجد غایتاھا]

ترجمہ: بے شک اس کے باپ اور اس کے دادا دونوں بزرگی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

اور اسی لغت پر اس کی قرأت کو محمول کیا ہے جس نے پڑھا: "إن ھذان السٰحران" إن کی تشدید کے ساتھ۔ اور پڑھا گیا "إن ھٰذان" اس کی تخفیف کے ساتھ اور "إن ھٰذین" "إن" کی تشدید اور یا کے ذریعہ "ھٰذین" کے نصب کے ساتھ۔

والاسماء الستة ھی:

اور اسماے ستہ وہ: ۱- أب ۲- أخ ۳- حم ۴- ھن ۵- فم ۶- اور ذو ہے۔

اور یہ "واو" کے ذریعہ مرفوع ہوگا، جیسے: "جاء ابو الفضل" اور "الف" کے ذریعہ منصوب ہوگا۔ مثلاً: "اکرم اباك".

اور "یا" کے ذریعہ مجرور ہوگا۔ مثلاً: "عامل الصدیق معاملة اخیك"۔ (تم دوست کے ساتھ اپنے بھائی جیسا معاملہ کرو)۔

اور وہ اسی وقت معرب ہوگا جب کہ وہ مفرد، مکبر اور غیر یاے متکلّم کی طرف مضاف ہو۔ تو اگر وہ تثنیہ یا جمع ہو تو اسے تثنیہ اور جمع کا اعراب دیا جائے گا۔ مثلاً: "اکرم ابویك، اقتدبصالح أبائك" (تم اپنے نیک آبا کی اقتدا کرو) "واعتصم بدوی الاخلاق الحسنة". (تم اچھے اخلاق والے کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو)۔ ——— [ص:۳۵]

اور اگر وہ مضاف نہ ہو تو اسے ظاہر حرکات کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ مثلاً: "ھذا اب صالح، اکرم الفم بذیِ الکلام" (تم اپنے منہ کو بری باتوں سے بچاؤ) "وتمسك بالاخ الصادق". اور اگر وہ یاے متکلّم کی طرف مضاف ہو تو اسے ایسی حرکتوں کے ذریعے اعراب دیا جائے گا جو اس کے آخر پر مقدر ہو، کسرۂ مناسبت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے، مثلاً: "ابی رجل صالح، اکرمت ابی، لزمت طاعة ابی".

اعراب الملحق بالمثنی:

تثنیہ سے ملحق کا اعراب:

"اثنان و اثنتان" کو تثنیہ کا اعراب دیا جائے گا۔

اور اسی طرح "کلا وکلتا" کو تثنیہ کا اعراب دیا جائے گا، جب کہ وہ کسی ضمیر کی طرف مضاف ہو، مثلاً: "جاء الرجلان کلاھما، والمرأتان کلتاھما، رأیت الرجلین کلیھما والمرأتین کلتیھما، ومررت بالرجلین کلیھما والمرأتین کلتیھما" تو اگر وہ غیر ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اسم مقصور کا اعراب دیا جائے گا، ایسی حرکتوں کے ذریعے جو حالت رفعہ، نصبی اور جری میں الف پر مقدر ہو، مثلاً: " جاء کلا الرجلین ،وکلتا المرأتین، رأیت کلا الرجلین وکلتا المرأتین ،ومررت بکلا الرجلین وکلتا المرأتین".

کلا وکلتا :

کلا وکلتا : یہ دونوں ایسے اسم ہیں جن کی اضافت لازم ہے۔اور وہ دونوں لفظاً مفرد ہے اور معناً تثنیہ ہے،اور اسی وجہ سے ان دونوں کی خبر اس کے ذریعہ لانا جائز ہے جو ضمیر مفرد پر محمول ہو،ان دونوں کے لفظ کے اعتبار سے،اور ضمیر تثنیہ پر محمول ہوان دونوں کے معنی کے اعتبار سے،توتم کہوگے:"کلا الرجلین عالم ، وکلا هما عالمان".

اور وہ دونوں شاعر کے قول میں جمع ہیں:

[كِلَاهُمَا حِيْنَ جَدَّالجَرْيُ بَيْنَهُمَا ...☆... قَدْأقلعا، وكلا أنفيهما رابى]

ترجمہ:جب ان دونوں کے درمیان لڑائی بڑھی توان دونوں نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا اور ان دونوں کے ناک منہ پھول گئے۔

مگر لفظ کا اعتبار زیادہ ہے ، اور اسی پر قرآن کریم نازل ہوا ہے، قال الله تعالیٰ: ﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا﴾[کہف/۳۳](دونوں باغ اپنے پھل لائے)اور نہیں فرمایا:"اٰتتا"۔

[اعراب الملحق بجمع المذكر السّالم:]

جمع مذکر سالم سے ملحق کا اعراب:

ملحق بجمع مذکر سالم کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیا جائے گا۔اور یہ وہ ہے جس کو اس جمع پر خلاف قیاس جمع بنایا گیا ہے۔

تو"بنین،سنین ، عضین اور ثبین" اور اس کے مشابہ میں جمع کا اعراب دیا جائے گا۔اور یہی افصح ہے،تو کہا جاتا ہے:مَرَّتْ عَلَيَّ سنون ، اغترَبْت سنين (میں نے کئی سال غیرت میں گزاری) ـــــــ [ص:۳۶]

"وأنجزتُ هٰذا العمل فی سنین"۔(میں نے اس کام کو کئی سالوں میں مکمل کیا) قال الله تعالیٰ:﴿اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۳۹﴾﴾[الصفت](کیا تمہارے رب کے لئے بیٹیاں ہیں ، اور ان کے بیٹے) اور اس سے تنوین کے ساتھ"یا" کالازم ہونا جائز ہے،اسے"حین" سے تشبیہ دیتے ہوئے تو حالت رفعی میں ضمہ کے ذریعہ،حالت نصبی میں فتحہ کے ذریعہ اور حالت جری میں کسرہ کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا،تم کہتے ہو: "مرت علی سنین کثیرةٌ " مکثت مغترباً سنینا کثیرةً ، أو ثمانی سنین". **اور اسی پر شاعر کا قول:**

[لعبن بنا شيبا و شيبننا مرراً ...☆... دعانی من نجد ، فإن سنينه]

ترجمہ:تم نجد کی بات چھوڑو کیوں کہ اس کی قحط سالی نے ہمارے ساتھ بڑھاپے کا کھیل کھیلا اور ہمیں بوڑھا بنا دیا حالاں کہ ہم نوجوان ہیں۔

قول الآخر:

[وكان لنا ابو حسن عليّ ...☆... أبا برّا ونهن له بنين]

ترجمہ:اور ہمارے ابوحسن علی نیک باپ ہیں اور ہم ان کے بیٹے۔

اور اس جمع کو جمع کا اعراب دیا جانا جائز ہے جب کہ اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے،توتم کہوگے: "جاء عابدون وزیدون، رأیت عابدین و زیدین، مررت بعابدین وزیدین".

اور تنوین کے ساتھ "واو" اور "نون" کالازم ہونا جائز ہے۔اور تینوں حرکتوں کے ساتھ اعراب کا۔توہم کہیں گے: "جاء زیدون ، رأیت زیدونا ، مررت بزیدون "اور"واو" اور" نون" کا بغیر تینوں کے ساتھ لازم ہونا جائز ہے۔اور اسے "ھارون" سے تشبیہ دیتے ہوئے غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا۔تو وہ اس کے قائم مقام ہوگا۔اور وہ علمیت اور شبہ عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔تو ہم کہیں گے :"جاء عابدون و حمدون و خلدون وزیدون ، رأیت عابدون ، مررت بعابدین" جیساکہ ہم کہتے ہیں :"جاء هارون ، رأیت هارون ، مررت بھارون"۔

[اعراب الملحق بجمع المونث السالم:]

جمع مونث سالم سے ملحق کا اعراب:

"اولات"کو جمع مونث سالم کی طرح،حالت رفعی میں ضمہ کے ذریعے اور حالت نصبی اور جری میں کسرہ کے ذریعے اعراب دیا جائے گا۔

قال الله تعالیٰ: [وَ اِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ][الطلاق/۶] (اور اگر (ف ۲۲) حمل والیاں ہوں)اور تم کہتے ہو:"اولئات الاخلاق الطیبة محبوبات"(اچھی اخلاق والی پسندیدہ ہیں)" وارجع الخیر من اولات الحیاء والصلاح اوالعلم "(تم حیا پاک دامن اور علم والیوں سے بھلائی کی امید رکھو)

اور اس جمع کا نام رکھا جائے۔تو اسے جمع کا اعراب دیا جائے گا۔توتم کہوگے۔ ـــــــ [ص:۳۷]

"هٰذہٖ اذرعات و عرفات ، رأیت اذرعات وعرفات و سافرتُ الیٰ اذرعات بعرفات "یہی فصیح ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ﴾[البقرہ/۱۹۸] (توجب عرفات سے پلٹو)

اور اس میں دو مذہب ہیں:

پہلا یہ کہ اُسے غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا۔ علمیت اور تانیث کی وجہ سے تو وہ ضمہ کے ذریعہ مرفوع اور فتحہ کے ذریعہ منصوب اور مجرور ہوگا۔ تو تم کہو گے:"هٰذه عرفاتُ ، رات عرفات، مررت بعرفاتَ".

اور دوسرا یہ کہ ضمہ کے ذریعہ مرفوع اور کسرہ کے منصوب اور مجرور ہوگا۔ جمع مونث سالم کی طرح مگر یہ کہ اس سے تنوین زائل کردی جائے گی۔ تو تم کہو گے: "هذه اذرعاتُ ، دخلتُ اذرعاتِ ، عرّجْتُ علیٰ اذرعاتِ" (میں اذرعات پر ٹھہرا)

اور امرؤ القیس کا قول ہے:

[تنورتها من اذرعات واهلها ...☆... یثرب ،ادنیٰ دارها نظرٌ عالی]

ترجمہ: میں محبوبہ کی آگ کو اذرعات سے دیکھا جب کہ وہ یثرب میں جو اذرعات کے شہر سے زیادہ قریب ہے۔ تب تو یہ دور کا دیکھنا ہوا۔

بالاوجه الثلاثة: تینوں وجہوں کے ساتھ، تا کہ تنوین کے ساتھ، تا کا کسرہ بغیر تنوین کے اور تا کا فتحہ بغیر تنوین کے۔

اعراب المعتل الآخر:

معتل آخر کا اعراب: الف پر دشواری کی وجہ سے تینوں حرکتیں مقدر ہوتی ہیں۔ جیسے: یهوی الفتی الهدی للعلی (نوجوان بلندی کے لیے ہدایت سے محبت کرتا ہے)

معنی التعذر: تعذر کا معنی یہ ہے کہ علامات اعراب کو کبھی ظاہر نہیں کیا جاسکے۔ "واو" اور "یا" پر ثقالت کی وجہ سے اور ضمہ اور کسرہ مقدر ہوتا ہے۔ مثلاً:"یقضی القاضی علی الجانی" (قاضی ظالم کے خلاف فیصلہ کرتا ہے) "یدعوا الداعی الی نادی"۔ (داعی محفل کی طرف مدعو کرتا ہے)

اما حالة النصب: رہا حالت نصب تو اس لیے کہ فتح کو اس کی خفت کی وجہ سے "واو" اور "یا" پر ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً:"لن ادعوا العاصی"

معنی الثقل: ثقالت کا معنی یہ ہے کہ "واو" اور "یا" پر ضمہ اور کسرہ کا ظاہر ہونا ممکن ہو تو تم کہو گے :"یقضی القاضی علی الجانی، یدعوا الداعی الیٰ النادی"

لیکن یہ ثقل اور ناپسندیدہ ہے۔ تو اس وجہ سے وہ دونوں محذوف اور مقدر مانے جاتے ہیں۔ یعنی وہ دونوں ذہن میں ملحوظ ہوتے ہیں۔

[اعراب المضاف الیٰ یاء المتكلم:] [ص:۳۸]

یائے متکلّم کی طرف مضاف کا اعراب: وہ اسم جو یائے متکلّم کی طرف مضاف ہو اگر وہ اسم مقصور یا منقوص یا تثنیہ یا جمع مذکر نہ ہو تو اسے حالت رفعی اور نصبی میں ضمہ اور فتحہ کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پر مقدر ہو، ان دونوں کے ظاہر ہونے سے کسرۂ مناسب مانع ہے۔ مثلاً: ربی الله،اطیعت ربی".

اور حالت جر میں نحویوں کا اختلاف ہے۔ تو اسے اس کسرہ کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پر ظاہر ہو۔ جیسے:"لزمت طاعة ربی". یہ محققین کی ایک جماعت کی رائے ہے۔ انھیں میں سے ابن مالک ہیں۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسے حالت جر میں بھی ایسے کسرہ کے ذریعے اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پر مقدر ہو۔

کیوں کہ ان لوگوں کی رائے یہ ہے کہ موجودہ کسرہ علامت جر نہیں ہے۔

اور یہ وہی کسرہ ہے جس کا یائے متکلّم نے اسم سے متّصل ہونے کے وقت تقاضہ کیا اور کسرہ جر مقدر ہے۔ اور اس تکلف کا کوئی باعث نہیں اگر اسم مقصور یائے متکلّم کی طرف مضاف ہو۔ تو اس کا "الف" علیٰ حالہ باقی رہے گا۔ اور اسے ایسے حرکات کے ذریعہ اعراب دیا جاے گا جو الف پر مقدر ہو۔ جیسا کہ اسے یاے متکلّم سے متّصل ہونے سے پہلے اعراب دیا جاتا تھا۔ تو تم کہو گے:"هٰذهٖ عصایَ،امسکت عصای،توکأت علیٰ عصای" اور اگر اسم منقوص ہو، تو اس کی یا یاے متکلّم ہی میں مدغم ہوجاے گی۔ اور اسے حالت نصب میں ایسے فتح کے ذریعے اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پہ مقدر ہو۔ فتحہ ظاہر ہونے سے سکون ادغام مانع ہے۔ تو تم کہو گے۔"حمدت الله معطیّ الرزق" (تم نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جو مجھے رزق عطا کرتا ہے)

اور اسے حالت رفعی اور جری میں ایسے ضمہ اور کسرہ کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ جو "یا" پر مقدر ہوگا۔ اولاً ان دونوں کے ظاہر ہونے سے ثقالت مانع ہے۔ اور ثانیاً سکون ادغام، تو تم کہو:"الله معطی الرزق" "شکرت لمعطی الرزق".

اور اگر تثنیہ ہو تو اس کا "الف" علیٰ حالہ باقی رہے گا۔ ——— [ص:۳۹]

مثلاً:"هٰذان کتابای" لیکن اس کی "یا" حالت نصبی اور جری میں یائے متکلّم میں مدغم ہوجاے گی۔ مثلاً: "علم الاستاذ ولدیّ بین یدی" (استاذ نے میرے دونوں لڑکوں کو میرے سامنے سکھایا) اور جمع مذکر سالم ہو تو اس کا "واو" "یا" سے بدل جائے گا۔ اور یائے متکلّم میں مدغم ہوجاے گا۔ مثلاً: معلمی یحبون ادبی" — لیکن اس کی "یا" تو وہ بھی یاے متکلّم میں مدغم ہوجائے گی۔ مثلاً:"اکرمت معلّمی" اور تثنیہ اور جمع مذکر سالم جو یاے متکلّم کی طرف مضاف ہو تو اسے حروف کے ذریعہ اعراب دیا جاے گا، جیسا کہ اسے یائے متکلّم کی طرف مضاف ہونے سے پہلے اعراب دیا جاتا تھا۔

اعراب المحكي:

الحكاية: حکایت: لفظ کو اسی طریقے پر لانا جیسا کہ مسموع ہو۔

اور وہ خواہ کلمہ کی حکایت یا جملہ کی حکایت ہو۔ اور لفظ کے اعتبار سے ان دونوں کی حکایت بیان کی جاتی ہے۔ مگر یہ کہ غلطی ہو، تو غلطی پر تنبیہ کرتے ہوئے معنی کے ذریعہ حکایت متعیّن ہوگی۔

فحكاية الكلمة: تو کلمہ کی حکایت جیسے کہا جاتا ہے: "كتبتُ : "يعلم" اى كتبتُ هذاه الكلمة" تو "يعلم" اصل میں فعل مضارع ہے۔ عامل ناصب وجازم سے خالی ہونے کی وجہ مرفوع ہے۔ اور وہ یہاں محکی ہے، تو وہ "كتبت" کا مفعول بہ ہے اور اس کا اعراب تقدیری ہوگا۔ حکایت کی حرکت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔

واذاقلت: اور جب تم کہو: "كتبت" "فعل ماضی" تو وہ یہاں محکی ہے۔ اور وہ مبتدا اور مقدر ضمہ کے ذریعہ مرفوع ہے۔ حرکتِ حکایت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔

واذاقيل لك: اور جب تم سے کہا جائے، کہ تم اپنے قول: "رأيت سعيداً" میں سعید کو اعراب دو۔ تو تم کہوگے۔ : سعیداً مفعول بہ، تم لفظ کی حکایت بیان کررہے ہو اور اس کو منصوب لارہے ہو۔ باوجود کہ تمھارے کلام میں "سعیدا" مبتدا ہے۔ اور اس کی خبر تمہارا قول: "مفعول بہٖ" مگر یہ کہ وہ ایسے ضمہ کے ذریعہ مرفوع ہے۔ جو اس کے آخر پر مقدر ہے۔ حرکت حکایت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔ یعنی کلام میں واقع ہونے والے لفظ کا اسی طرح بیان کرنا جیسا کہ وہ واقع ہے۔

[وقد يحكى العلم بعد "من" استفهامية:]

کبھی "من" استفہامیہ کے بعد علم کی حکایت بیان کی جاتی ہے۔ اگر وہ حرف عطف سے پہلے نہ ہو۔ جیسے: کہ تم کہتے ہو۔ "رأيت خالداً"، تو قائل کہے گا: "من خالداً"، تو اگر حرف عطف اس سے پہلے نہ ہو تو اس کی حکایت جائز نہیں ہوگی۔ بلکہ تم کہوگے: "من خالداً"۔

وحكاية الجملة كان تقول:

اور جملہ کی حکایت جیسے تم کہتے ہو: "قلت." "لاالہ الااللہ" سمعت "حی علی الصلاۃ" قراتُ "قل هوالله احد" كتبت: "اقسم كما اُمِرْت" تو یہ جملے محکی ہیں۔ اور اس کا فعل ماقبل فعل کے ذریعہ منصوب ہے۔ تو اس کا اعراب محکی کا اعراب ہے۔

وحكم الجملة ان تكون مبنية:

اور جملہ کا حکم مبنی ہونا ہے، تو اگر اس پر کوئی عامل مسلط کردیا جائے۔ تو اس کا محل رفع یا نصب یا جر ہے عامل کے مطابق۔ ورنہ تو اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

اعراب المسمىٰ به:ـــــ مسمیٰ بہٖ کا اعراب:

اگر کسی مبنی کلمہ کے ذریعے کسی کا نام رکھا جائے۔ تو تم اس کو اعلیٰ حالہ باقی رکھوگے اور اس کا اعراب تینوں حالتوں میں مقدر ہوگا۔ تو تم کسی آدمی کا نام "رب" یا "حیث" یا "من" رکھ دو۔ تو تم کہو "جاء رُبَّ" اكرمت، احسنتُ الى من". ـــــــــــــــــــ [ص:۴۰]

تو اعراب کے حرکات اس کے آخر پر مقدر ہیں: بنائے اصلی کی حالت اس کے ظاہر ہونے مانع ہے۔

وكذا ان سميت بجملة:

اور اسی طرح اگر کسی جملہ کے ذریعہ نام رکھو۔ جیسے: تابط شرًا، جاء الحق۔ تو وارد ہونے والے اعراب کے لیے تم اس کو نہیں بدلوگے، تو تم کہوگے: "جاء تابطَّ شرًا، اكرمت جاء الحق" اور وارد ہونے والا اعراب اعراب مقدر ہوگا۔ اعراب اصلی کی حرکت کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔

الفصل الثاني: الاسم الممنوع من الصرف

فصل ثانی: غیر منصرف اسم کے بیان میں ہے

وہ اسم جو غیر منصرف ہو (اور اسے ممنوع من الصرف، غیر منصرف اور متمکّن اور متمکّن غیر امکن بھی کہا جاتا ہے) اس میں نو علتوں میں سے دو فرعی ہوتی ہے، یا ان میں سے ایک ہوتی ہے جو دو کے قائم مقام ہو۔

وحكمه: اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے تنوین کا لاحق ہونا جائز نہیں اور نہ کسرہ کا۔ جیسے: قولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ [النساء/۱۶۳] اور دوسری جگہ [يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ﴾ [سبا/۱۳] (اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل (ف ۳۱) اور تصویریں)

[والعلل التسع هي:ـــــــ اور نو علتیں یہ ہیں:]

[(۱)-جمع (۲)-تانیث (۳)-عدل (۴)-وصف (۵)-ترکیب (۶)-معرفہ (۷)-عجمہ (۸)-وزن فعل (۹)-الف نون زائدتان]

وهو على نوعين: اور اس کی دو قسمیں ہیں: [۱]-ایسی قسم جو ایک سبب کی وجہ سے غیر منصرف ہو [۲]-ایسی قسم جو دو سبب کی وجہ سے غیر منصرف ہو۔

تو یہ سبب کی وجہ سے غیر منصرف وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف تانیث ممدوہ ہو، جیسے:صحراء، عذراء ، ذکریاء ۔یا الف مقصورہ ہو۔ جیسے:حبلیٰ ،ذکریٰ ، جوحیٰ ۔یا منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔ جیسے:مساجد ،دراهم، مصابیح اور عصافیر.

اور اس میں منتہی الجموع کے وزن پر جمع ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ ہر وہ اسم ہے جو اس صیغہ پر آئے۔ اگرچہ وہ مفرد ہو، تو وہ غیر منصرف ہوگا جیسے:سراویل ،طباشیر،شراحیل۔———— [ص:۴۱]

والفرق بین ألفی التأنیث:

اور تانیث کے دونوں الفوں کے مابین فرق یہ ہے کہ الف تانیث ممدوہ وہ کلمہ کے آخر میں تانیث کے لیے الف زائد ہو، اس کے بعد ہمزہ ہو، جیسے:صحراء ، حمراء ، سوداء .

اور الف تانیث مقصورہ: وہ کلمہ جس کے آخر میں تانیث کے لیے الفِ زائدہ ہو۔ لیکن اس کے بعد ہمزہ نہ ہو۔ جیسے:حبلی، عطشی ، دنیا.

اور دو سبب کی وجہ سے غیر منصرف یا تو علم ہوگا یا صفت

العَلم الممنوع من الصرف:

غیر منصرف علم: اور علم سات جگہوں میں غیر منصرف ہوتا ہے۔

[ا]-پہلا یہ کہ علم مونث ہو خواہ مونث بالتا ہو جیسے: فاطمة.عزّة.طلحة. یا مونث معنوی ہو۔ جیسے: سعاد.زینب.سقر.بطی. مگر جو ثلاثی ساکن الاوسط عجمی ہو جیسے: دعد،هند ،جمل. تو اس کا غیر منصرف اور منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔

مگر یہ کسی مذکر سے منقول ہو، جیسے: کہ تم کسی عورت کا نام "قیس یا سعد" رکھو تو تم اس کو وجوبی طور پر غیر منصرف پڑھو گے۔ اگرچہ ساکن الاوسط ہو۔ تو اکثر ثلاثی ساکن الاوسط عجمی ہو تو اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے: ماہ .جور،حِمْصٌ،بلخ،نیس،دوز.

اور جب "سعاد ، زینب، عقرب، عنکبوت" کے مثل سے کسی مذکر کا نام رکھو یعنی ان اسما سے جو وضعی طور پر مونث ہو اور تین حروف پر زائد ہو تو تم اس کو علمیت اور تانیث اصلی کی وجہ سے غیر منصرف پڑھو گے۔ اگر وہ تین حرف پر ہو جیسے:رعد،عنق۔ تو تم اس کو منصرف پڑھو گے۔ اور اگر تانیثِ عارضی ہو جیسے: دلال، رباب ، ودار۔ مونث کے علم ہونے کی حالت میں تم اس کو غیر منصرف پڑھو گے۔ تو اگر اس کے ذریعہ کسی مذکر کا نام رکھو تو اس کو منصرف پڑھو۔ کیوں کہ وہ اصل میں مذکر ہیں۔ دلال، ودار۔ مصدر ہیں اور "رباب" سفید بادل کے معنی میں ہے۔ اور اس کے ذریعہ عورت کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اگر ان صفات میں سے کسی صفت کے ذریعہ کسی مذکر کا نام رکھو جو "تا" سے خالی مؤنث ہے تو تم اس کو منصرف پڑھو گے۔ جیسے: کہ تم کسی آدمی کا نام "مرضع، یا متئِم" رکھو اور کوفی اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔

اسماء القبائل مؤنثة:———— [ص:۴۲]

اسمائے قبائل مونث ہیں اور تمھارے لیے اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ اس کا غیر منصرف پڑھنا۔ اس اعتبار سے کہ وہ مونث کے اعلام ہیں۔ جیسے: رأیت تمیم، تعنی القبیلة، "جب کہ قبیلہ مراد ہو" اور تمھارے لیے اس کا منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہاں مضاف محذوف ہے جیسے: رأیت تمیما،تعنی بنی تمیم۔ تو تم نے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ تو اگر تم کہو گے۔ "جاء بنو تمیم" تو تم "تمیم" کو ایک قول کے مطابق منصرف پڑھو گے۔ کیوں کہ تم "تمیم" سے "ابو تمیم" مراد لے رہے ہو نہ کہ نفس قبیلہ۔

اور "الف" اور "تا" کے ذریعہ جس کی جمع بنائی جاتی ہے اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے جیسے: عرفات ، اذرعات، تو اس کو غیر منصرف اور منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے اور اس کا اعراب اس کی اصل کی طرح ہے۔ اور یہی افصح ہے۔

وما کان: اور جو "افعال" کے وزن پر مؤنث کا علم ہو۔ جیسے: حذام ،قطام ، رقاش ، سحاح ، بار ، سفار ، حضار۔ تو ان اسما میں عرب کے لیے تین لغات ہیں:

﴿۱﴾-الأول: اہل حجاز کی لغت ۔ تو وہ لوگ اس کو تمام حالتوں میں مبنی بر کسر پڑھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: قالت حذام ، سمعت حذام ، وعیت قول حذام۔ (میں نے حذام کی بات کو جمع کیا)———— قال الشاعر:

[اذقالت حذام فصدّقوها...☆...فانّ القول ماقالت حذام]

ترجمہ: جب حذام کہے تو تم اس کی تصدیق کرو۔ کیوں کہ بات وہی درست ہے جو حذام کہے۔

﴿۲﴾-الثانیه: دوسری بعض بنی تمیم کی لغت ۔ اور وہ اس کو مطلقاً غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ علمیت اور تانیث کی وجہ سے۔ جیسے:طلعت حضار،رأیت حضار ،هدیت فی السفر بحضار.

﴿۳﴾-الثالثه: تیسری جمہور کی لغت ۔ وہ ان کے درمیان تفصیل بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان میں سے "ر" والے کو مبنی بر کسر مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: هذهِ سفارِ، رأیت سفار. مررت بسفار. اور ان میں غیر "ر" والے کو علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف مانتے ہیں۔

(۱)- اور بعض علما اس کو علمیت اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف مانتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ یہ اسما "حاذمة، فاطمة ، رافسة ، ساجحة ، وابرة ، سافرة" اور حاضرة سے معدول ہے۔ اور اس کو علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ماننا زیادہ بہتر ہے۔———— [ص:۴۳]

[۲]-ان یکون عَلَماً عجمیا: دوسرا یہ کہ علم عجمی ہو تین حروف پر زائد ہو۔ جیسے: ابراھیم ، اسمائیل ، اسحاق ، یعقوب. اور وہ اس وقت غیر منصرف ہے جب کہ اس کی علمیت لغت عجم میں ہو۔ لہذا اگر وہ لغت عجم میں اسم جنس ہو جیسے: لجام ، فرند ، فیروز۔ وغیرہ جو لغت عجم میں ہو کر مستعمل نہیں ہے۔ تو وہ منصرف ہو گا اگر اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جاے۔

۔اور اس میں تین حرف پر ہو وہ منصرف ہو گا۔ خواہ وہ متحرک الاوسط ہو جیسے: لَمَكِ. یا ساکن الاوسط ہو جیسے: نوح، لوط ، هود ، شیئت.

وقیل: اور ایک قول یہ ہے: کہ جو متحرک الاوسط ہو وہ غیر منصرف ہو گا، اور جو ساکن الاوسط ہو وہ منصرف ہو گا۔

وقیل: اور ایک قول یہ ہے: کہ جو ساکن الاوسط ہو وہ منصرف اور غیر منصرف دونوں ہو گا۔ اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور ان تمام صورتوں میں منصرف وہی ہے جس پر نحوی محققین نے اعتماد کیا ہے۔

[۳]-ان یکون علماً موازِنا للفعل:

تیسرا یہ ہے کہ علم فعل کا ہم وزن ہو اور اس کے مابین کوئی فرق نہیں کہ خواہ وہ فعل سے منقول ہو۔ جیسے: یشکر ، یذید ، شمّر . یا ایسے اسم سے منقول ہو جو فعل کے وزن پر ہے، جیسے: رُئِل، استبرق، السعل۔ جب کہ اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جاے۔

والمعتبر فی المنع:

غیر منصرف میں وہ وزن معتبر ہے جو فعل کے ساتھ خاص ہو، یا فعل میں غالب ہو، لیکن وہ وزن جو اسم میں غالب ہے اور اس میں زیادہ ہے۔ تو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر چہ فعل میں اس کا مشارک ہو، وہ اس طور پر کہ اسم "فَعَل" کے وزن پر ہو جیسے: حَسَن ، رَجَب، یا "فَعِل" کے وزن پر ہو۔ جیسے: كَتِفَ ، خَضِر. یا "فُعَل" کے وزن پر ہو جیسے: "عُضد" یا "فاعل" کے وزن پر ہو جیسے: صالح یا "فَعْلَلَ" کے وزن پر ہو جیسے: جَعْفر. تو جو اس وزن پر ہے اگر اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جاے تو وہ منصرف ہو گا۔

والمراد بالوزن المختص بالفعل:

مختص بالفعل وزن سے مراد یہ ہے کہ وہ اس حیثیت سے ہو کہ اسماے عربیہ میں اس کے لیے کوئی نظیر نہ ہو اور اگر پایا جاے تو وہ نادر ہو اس کا اعتبار نہیں۔ جیسے: "دُئِل" کے مثل جو ماضی مجہول کے صیغہ پر ہے لیکن وہ اسما میں نادر ہے۔ تو اس کی ندرت مانع نہیں ہو گی کہ یہ وزن خصائص فعل سے ہے اور اس میں وہ مندرج ہو جو اس ثلاثی ماضی مجہول کے صیغہ پر آے جس میں تعلیل اور ادغام نہ کیا گیا ہو۔ جیسے: "كُتِبَ" جب کہ اس ذریعہ کسی کا نام رکھا جاے اور اس میں افعال مزید فیہ کے بھی تمام صیغے مندرج ہوں گے۔ معروف ہو یا مجہول۔ جیسے: "إِجْتَنَبَ ، أُجْتُنِبَ" مگر جو "فَاعَلَ يُفَاعِلُ" کے صیغے سے امر کے وزن پر آئے جیسے: "صالح" عَلَم کی حالت میں تو وہ منصرف ہے، تو اعلام میں سے جو ایسے وزن پر آے جو فعل کے ساتھ خاص ہو۔ تو آپ اس کو غیر منصرف پڑھیں گے۔

والمراد بالوزن الذی یغلب فی الفعل: ـــــــ [ص:۴۴]

اور فعل میں غالب وزن سے مراد یہ ہے کہ وہ افعال میں اسما سے زیادہ استعمال ہوتا ہو۔ تو وزن کا غلبہ فعل میں وزن کو اسم سے زیادہ فعل کے حقدار اور لائق بنادے گا۔ اور اس میں وہ مندرج ہو گا جو ثلاثی مجرد کے صیغۂ امر پر آے۔ اس طور پر کہ کسی آدمی کا نام "اثمد یا اِصْبَع، یا اَبْلَم" رکھ دو، کیوں کہ وہ تمھارے قول "اِجلِس ، اِفْتَح ، اور اُنْصر" کا ہم وزن ہے اور اس میں جو ثلاثی مجرد کے صیغے پر ہو جس کے شروع میں علامت مضارع میں سے کوئی حرف زائد ہو۔ مثلاً: "احمد ، یشکر، یُغلب" اعلام کی حالت میں سے جو ایسے وزن پر ہو جو فعل میں غالب ہے تو تم اس کو بھی غیر منصرف پڑھو گے۔

فوائد: [ا]-جو فعل کے وزن پر ہو اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جاے تو اس کی تین قسمیں ہیں:

(ا)-ایسی قسم جو اسم سے منقول ہو جیسے: دُئل، استبرق ـــ (۲)-ایسی قسم جو صفت سے منقول ہو۔ جیسے: احمر. ازرق.ـــ (۳)-ایسی قسم جو فعل سے منقول ہو۔ جیسے: یشکر، یز ید۔ اور ان میں سے ہر ایک کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے وزن پر ہو جو مختص بالفعل ہو جیسا کہ گزرا۔ اور بعض علما جیسے: عیسیٰ بن عمرو جو خلیل اور سیبویہ کے شیخ ہیں۔ اور ان کے متبعین۔ فعل سے منقول علم کو مطلقا غیر منصرف مانتے ہیں۔ اگر چہ وہ وزن اسما میں غالب ہو، اس طور پر کہ تم کسی آدمی کا نام "کتب ، یا حمد ، یا ظرف، یا حوقل" رکھ دو۔ اور اس کے علاوہ کو منصرف مانتے ہیں خواہ وہ اسم سے منقول ہو۔ جیسے: رجب یا صفت سے جیسے: حَسَن اور ان کا قول درستگی سے دور نہیں۔ اگر چہ جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے اور ان میں آگے ان کے شاگرد سیبویہ ہیں۔ کیوں کہ فعل سے نقل کرنا اسم یا صفت سے نقل کرنے کی طرح نہیں ہے۔ تو فعل کے غیر منصرف ہونے میں ایک قوت ہے۔

[۲]-فعل سے منقول علم کے ساتھ غیر منصرف اسما جیسا معاملہ کرنا جائز ہے تو تم اس کو ضمہ کے ذریعہ رفع۔ فتحہ کے ذریعے نصب اور جر دو گے۔ اور اس کے ساتھ جملہ محکیہ جیسا معاملہ کرنا جائز ہے۔ تو اگر اصل نقل میں اس بات کی رعایت کی گئی ہو کہ وہ فعل سے منقول ہے ضمیر سے خالی ہو کر۔ تو اسے غیر منصرف کا اعراب دیا جاے گا۔ اور افعال منقولہ میں اس کی اکثریت ہے تو تم کہو گے۔" جاء یشکرُ وشمرُ ، رأیت یشکر وشمر ، مررت یشکر و شمرَ" اور اگر اس میں اس بات کی رعایت کی گئی ہو کہ وہ جملہ یعنی فعل میں مضمر فاعل کے ساتھ منقول ہے۔ تو اسے جملہ محکیہ کا اعراب دیا جاے گا۔ تو تم اس کو حالت رفعی، نصبی اور جری میں حرکت و سکون کے اعتبار سے علی حالہٖ باقی رکھو گے۔ کیوں کہ وہ جملہ محکیہ سے منقول ہے۔ تو اس کی حکایت

ویسے ہی بیان کی جائے گی جیسا کہ وہ تھا، تو اگر تم کسی آدمی کا نام "اکتب یا استخرج" رکھ دو۔ اس اعتبار سے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک ایسا جملہ ہے جو فعل اور فاعل مضمر پر مشتمل ہے۔ تو تم کہو گے "جاء یکتب و استخرج، رأیت یکتب و استخرج ، مررت بیکتب و استخرج".

اور یہ اس فعل سے منقول کے ساتھ جاری ہوگا جس کا وزن اسما میں غالب ہو۔ ایک قول کے مطابق۔ کیوں کہ اس کا عراب محکی کا اعراب ہے۔ غیر منصرف کا اعراب نہیں۔ اور اور اس بنیاد پر کہ تم اس کے بارے میں کہو گے جس کا نام "کتب" رکھ دو اس (فعل) کے ضمیر کے ساتھ علمیت کی طرف منقول کرتے ہوئے "جاء کتب، رأیت کتب ، مررت بکتب". ———— [ص:۴۵]

[۳]-وہ افعال جو ہمزۂ وصل کے ذریعہ شروع ہو اس کے ذریعہ تم کسی کا نام رکھو۔ تو تم اس کو علمیت کی طرف نقل کرنے کے بعد اس کے ہمزہ کو حذف کرو گے، کیوں کہ اس کے ذریعہ نام رکھنے کے بعد وہ اپنے نظائر سے اسما سے ملحق ہوتا ہے۔ تو اگر تم کسی کا "انصرف، استخرج" وغیرہ نام رکھو تو تم کہو گے "جاء انصرف و استخرج" ہمزہ کے حذف کے ساتھ۔ لیکن وہ اسما جس کے ذریعہ نام رکھا جائے۔ جیسے: "انطلاق، استخرج" تو اس کے ذریعہ نام رکھنے کے بعد اس کا حذف نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ علیٰ حالہٖ باقی رہے گا۔ کیوں کہ اسما میں اس کی نظیر کا ہمزہ موصولہ ہے۔

[۴]-یہ کہ ایسا علم ہو جو ترکیب مزجی سے مرکب ہو اور "وَیْہ" پر ختم نہ ہو۔ جیسے: بعلبك، حضر موت ، معدی کرب ، قالی قلا.

[۵]-یہ کہ ایسا علم ہو جس میں "الف نون زائدتان" ہو جیسے: عثمان ، عمران.

[٦]-یہ کہ علم معدول ہو اس طور پر کہ وہ "فُعَلْ" کے وزن پر ہو تو اسے "فاعل" کے وزن سے معدول مانا گیا ہے اور یہ جیسے: "عمر ، زُفر، زحل ، ثعل" اور وہ "عامر ، زافر ، زاحل" اور ثاعل سے معدول ہے۔ [ص:۴٦]

اور یہ عدل تقدیری ہے تحقیقی نہیں۔ اور یہ اس لیے کہ نحویوں نے ان اعلام کو جو "فُعَل" کے وزن پر ہو غیر منصرف پایا۔ اور وہ تنہا غیر منصرف ہونے میں کافی نہ تھا۔ نحویوں نے اس کو "فاعل" کے وزن سے معدول مان لیا ہے کیوں کہ "فعل" کا صیغہ بہت زیادہ "فاعل" کے وزن سے معدول ہو کر آیا ہے جیسے: غُدر ، فُسق ، غادر و فاسق کے معنی ہیں۔

اور اس کے وزن پر جو سنا گیا ہے منصرف جیسے: "اُدر" تو اس میں عدل کا حکم نہیں لگایا گیا ہے۔

اور جو اس وزن (فُعَل) پر غیر منصرف مسموع ہے۔ نحویوں نے اس کو پندرہ (۱۵) شمار کیا ہے۔

———— ☆...☆☆☆...☆ ————

[(١)-عمر (٢)-زفر (٣)-زحل (٤)-تعل (٥)-حستم (٦)-جمع (٧)-قُزح (٨)-دُلف (٩)-عصد (١٠)-حُجىٰ (١١)-سُلع (١٢)-مُضر (١٣)-هبل (١٤)-هذل (١٥)-قثم]

———— اور **علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ** نے **"جوامع الھوامع"** میں اس کو چودہ (۱۴) شمار کیا ہے۔ ھذل کے تخفیف کے بعد۔

رہا اس کا معرفہ ہونا تو اس دلیل سے کہ اس کے ذریعہ معرفہ کی تاکید لائی جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس کا معرفہ ہونا ضمیر مؤکد کی طرف مقدر اضافت کے ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ تقدیری عبارت یوں ہے "جاءت النساء جمیعھن" اور رہا اس کا معدول ہونا یا تو اس لیے کہ اس کا مفرد "جمعاء . کتعاء ، بصعا اور بتعاء" تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کی جمع– "جماوات اور کتعات" بنائی جائے، کیوں کہ "فعلاء" کے وزن پر جو اسم ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کی جمع "فعلاوات" کے وزن پر بناء کی جائے جیسے: صحرا، صحراوات، لیکن نحویوں نے اس کو فعلاوات سے "فُعَل" کی طرف معدول کر دیا ہے۔

اور اس سے "جمع ، کتع ، بصع، بتع" ملحق ہوتا ہے۔ اور یہ ایسے اسما ہیں جن کے ذریعہ جمع مؤنث کی تاکید لائی جاتی ہے۔ جیسے: "جاءت النساء جمع وکتع و بصع و بتع" ای جمیعھُن ، ورأیتھن جمع و کتع و بصع و بتع ، مررت بھن جمع وکتع و بصع و بتع" تو وہ معرفہ اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

اور "سحر" جو معرفہ اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ الف لام اور اضافت سے خالی ہو کر اس سے مراد "سحر یوم بعینه" تو وہ صرف ظرف ہوگا۔ جیسے: "جئتُ یوم الجمعة سحر" رہا اس کا معرفہ ہونا۔ تو اس لیے کہ اس کے ذریعہ معین مراد لیا جاتا ہے۔ رہا اس کا معدول ہونا تو اس لیے کہ وہ "السحر" سے معدول ہے الف لام کے ذریعہ۔ کیوں کہ تقدیری عبارت یوں ہے "جئتُ یوم الجمعة السحر".

[۷]-ساتویں صورت یہ ہے کہ وہ ایسا علم ہو جس کے آخر میں "الف" الحاق کے لیے زائد ہو۔ جیسے: ارطی ، زِفریٰ. جب کہ کسی کا نام رکھو اور "جعفر" سے ان دونوں کے وزن کے الحاق کے لیے "الف" زائد ہے۔

[۲]-الصیغة الممنوعة من الصرف: غیر منصرف صفت

صفت تین جگہوں میں غیر منصرف ہوتی ہے:

الاول: یہ کہ وہ "افعل" کے وزن پر صفت اصل ہو۔ جیسے: احمر ، افضل اور اس میں یہ شرط کہ "تا" کے ذریعہ اس کی تانیث نہ لائی جاتی ہو۔ تو اگر "تا" کے ذریعہ اس کی تانیث لائی گئی ہو تو وہ غیر منصرف نہیں ہوگا۔ جیسے: ارمل۔ کیوں کہ اس کی مؤنث "ارملة" ہے (فقیر) تو اگر وصفیت ایسے قسم کو عارض ہو جو "افعل" کے وزن پر ہو تو تم اس کو غیر منصرف نہیں پڑھو گے۔ اور یہ جیسے تمھارے قول "مررت بنساء اربع و رجل ارنب" میں "اربع اور ارنب" تو "اربع" اصل

میں عدد کا اسم ہے پھر اس کے ذریعہ صفت لائی گئی گویا کہ تم نے کہا۔ بنساء معدوداتٍ باربع ، ارنب ، اصل میں خرگوش کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعہ بزدلی اور رسوائی کا معنی مراد لیا گیا۔ توان دونوں کو وصف عارض ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں کے غیر منصرف ہونے میں اثر نہیں ڈالتا ہے۔ ———————— [ص:۴۷]

اور اگر اسمیت صفت کو عارض ہو تو اس کا عروض مضر نہ ہوگا۔ لہذا وہ غیر منصرف باقی رہے گا۔ جیسا کہ وصفیت کا عروض اسم کے لیے مضر نہیں۔ تو وہ منصرف ہی رہے گا۔ اور یہ جیسے "ادھم" بیڑی کے معنی میں "اسود" سانپ کے معنی میں "ارقم" چتی دار سانپ کے معنی میں "ابطع" پانی کی گزرگاہ جس میں چھوٹی چھوٹی کنکری ہو۔ "اجرع" اس ریتیلی زمین کو کہتے ہیں جو کچھ نہ اگاے۔ تو یہ غیر منصرف ہیں اگرچہ اسما کی طرح مستعمل ہیں کیوں کہ وہ اصل میں صفات ہیں۔ اس لیے نحوی حضرات اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ جو اس پر اسمیت طاری ہے اور بعض لوگ اس کی موجودہ اسمیت کو مانتے ہیں تو وہ اس کو منصرف مانتے ہیں۔

رہا "اجدل" شاہین کے معنی میں "اخیل" چتی دار پرندے کے معنی میں۔ "افعی" سانپ کے معنی میں۔ تو وہ اکثر لغت میں منصرف ہیں کیوں کہ وہ اصل اور حال میں اسما ہیں۔ اور بعض لوگ اس میں وصف کے معنی کا اعتبار کرتے ہیں تو اس کو غیر منصرف مانتے ہیں۔ اور وہ "اجدل" میں قوت ہے اور "اخیل" میں رنگ برنگ ہونا اور "افعی" میں ایذا رسانی۔ اور اسی پر شاعر کا قول:

[كأنّ العقيليين حين لقيتهم...☆...فراخ القطا لاقين اجدل بازيا]

ترجمہ: گویا کہ بنو عقیل جس وقت میں نے ملاقات کی۔ قطا کے چوزے ہیں جنھوں نے طاقت ور باز سے ملاقات کی۔

الثانی: دوسرا یہ کہ صفت "فَعلان" کے وزن پر ہو۔ جیسے: عطشان ، سكران۔ اور اس کے غیر منصرف ہونے میں یہ شرط ہے کہ "تا" کے ذریعہ اس کی تانیث نہ لائی جاتی ہو۔ تو اگر اس کے ذریعہ تانیث لائی گئی ہو تو وہ غیر منصرف نہیں ہوگا۔ جیسے: "سيفان" (بمعنی طویل) "مضان" (بمعنی لئیم) "ندمان" (بمعنی ندیم) کیوں کہ اس کی جمع "سيفانة ، مضانة ، ندمانة" ہے۔

الثالث: تیسرا یہ کہ صفت معدول ہو اور یہ اس طور پر کہ صفت دوسرے اُخَر کے وزن سے معدول ہو۔ اور عدل و وصف کے ساتھ دو جگہوں میں پایا جاتا ہے۔ ———————— [ص:۴۸]

(۱)- اعداد جو "فُعال يا مفعل" کے وزن پر ہو جیسے: أُحاد ، موحد، ثنا ، مثنى ، ثلاث و مثلث ، رباع و مربع۔ اور وہ واحد واحد۔ اثنين و اثنتين سے معدول ہے۔ تو جب تم کہو گے "جاء القوم مثنى" تو معنی "هم جاءوا اثنين اثنين" ہوگا۔ اور بعض لوگوں نے کہا۔ عدل اعداد میں عرب سے "اربع" تک مسموع ہے۔ مگر نحویوں نے اس کو "عشرة" تک شمار کیا ہے۔ اور بہتر یہی ہے کہ وہ واحد اور عشرہ ان دونوں کے مابین مسموع ہے۔

(۲)- أُخر ، تمھارے قول: "مررت بنساء اخر" کے مثل میں قال الله تعالىٰ: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [بقرہ/۱۸۵]

یہ اخریٰ کی جمع جو "آخر" کا مؤنث ہے۔ اور "آخر" اسم تفضیل ہے "افعل" کے وزن پر مغایر کے معنی میں۔ اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ "مررت بنساء اٰخر" کہا جاے جیسا کہ "مررت بنساء افضل" کہا جاتا ہے۔ صفت کو مفرد اور مذکر لانے کے ساتھ نہ کہ "بنساء اُخر" جیسا کہ "بنساء فضل" نہیں کہا جاتا ہے صفت کو مفرد اور مذکر لانے کے ساتھ نہ کہ "ننساء اُخر" جیسا کہ "بنساء اخر نہیں کہا جاتا ہے: کیوں کہ اسم تفضیل اگر "الف لام" اور اضافت سے خالی ہو تو اسے مؤنث، تثنیہ اور جمع نہیں لایا جاتا ہے بلکہ اس کو مفرد و مذکر استعمال کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کا موصوف تثنیہ یا جمع، مذکر یا مؤنث ہو، خواہ اس کے ذریعہ معنی تفضیل مراد لیا گیا ہو یا نہ۔ جیسا کہ یہاں اس کی حالت ہے۔ تم کہتے ہو۔ خواہ اس کے ذریعہ معنی تفضیل مراد لیا گیا ہو یا نہ۔ جیسا کہ یہاں اس کی حالت ہے۔ تم کہتے ہو۔ اخلاقك لطيف، ادابك ارفع، شمائلك احلیٰ۔ لیکن " اٰخر "تو اس کو اس استعمال سے عدول کیا ہے اور پھر انھوں نے اس میں موصوف کے موافق "اٰخرو اٰخران و اٰخرون اُخرى و اخريان و اُخر" کہا خلاف قیاس اور قیاس کا یہ تقاضہ ہے کہ تمام میں آخر کہا جاے تو اس کو قیاس سے عدل ماننا اس کے غیر منصرف ہونے میں دو علتوں میں سے ایک علت ہے اور غیر منصرف کے سبب کے لیے "آخر" کا عدل ہی خاص ہے کیوں کہ "آخر" وصفیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اور اخریٰ الف تانیث کی وجہ سے اور اخران و اخريان و أخرون، معرب بالحروف ہیں۔

حكم الاسم الممنوع من الصرف: غیر منصرف اسم کا حکم [ص:۴۹]

غیر منصرف اسم کا حکم یہ ہے کہ اس پر تنوین اور کسرہ نہ آے۔ اور یہ کہ فتحہ کے ذریعہ مجرور ہو۔ جیسے: "مررت بافضل منه" مگر جب اس سے پہلے "الف لام" ہو یا دوسرے کی طرف مضاف ہو تو کسرہ کے ذریعہ مجرور ہوگا۔ اصل کے مطابق۔ جیسے: احسنت الى الافضلِ او الىٰ افضلِ الناس.

اور کبھی منصرف ہوتا ہے۔ یعنی اسے تنوین دی جاتی ہے اور کسرہ کے ذریعہ جر دیا جاتا ہے جب کہ "الف لام" پہلے نہ ہو اور نہ مضاف ہو۔ اور یہ ضرورت شعری میں ہوتا ہے۔ جیسے: سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کا قول آپ کا مرثیہ پڑھتے وقت:

ماذاعلى من شم تربة احمد ــ ان لا يشم مدعى الزمان غواليا
صُبت عليّ مصائب لوانها ــ صبت على الايام ِصرن لياليا

ترجمہ: اس شخص پر کیا ملامت جس نے حضور ﷺ کی قبر انور کو سونگھا کہ وہ زمانے بھر کسی خوشبو کو نہیں سونگھے گا۔

ترجمہ: مجھ پر آلام و مصائب انڈیل دیے گئے کہ اگر وہ دن پر انڈیل دئے جاتے تو وہ رات ہو جاتے۔

اور اسم منقوص جو غیر منصرف کا مستحق ہے۔ جیسے: جوار و عواش. اس کی "تا" کو حالت رفعی اور جری میں حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کو تنوین دی جاتی ہے۔ جیسے: جاءت جوار، مررت بجوار، اور اگر تم کسی عورت کا نام "ناج" رکھو تو تم کہو گے: جارت ناج. و مررت بناج.

اور جر ایسے فتحہ کے ذریعہ جو یاے محذوف پر مقدر ہوتا ہے۔ جیسا کہ رفع ایسے ضمیر کے ذریعہ جو یاے محذوف پر مقدر ہوتا ہے اسی طرح لیکن حالت نصب میں تو "یا" مفتوح ہو کر باقی رہتی ہے جیسے: رایت جواری وناجیَ.

اور شعر میں اسم منقوص کی یا کا اثبات آیا ہے۔ اس حال میں کہ اس پر فتحہ ظاہر ہو۔ جیسے **فرزدق کا قول:**

[فلوکان عبد الله ،هجوتة ...☆... لکن عبد الله مولی موالیا]

ترجمہ: تو اگر عبداللہ غلام ہوتا تو میں اس کی ہجو کرتا۔ لیکن وہ غلاموں کا غلام ہے۔

اور بعض نحوی حضرات اسم منقوص کو غیر منصرف ثابت کرتے ہیں۔ جب وہ علم ہو، تینوں حالتوں میں تو تم کہتے ہو۔
"جارت ناجی ، ورأیت ناجی ، مررت بناجی". ———— [ص:۵۰]

غیر منصرف اسم منقوص کی تنوین: یہ جاننا چاہیے کہ اس اسم منقوص کی تنوین جو غیر منصرف کا مستحق ہے وہ یاے محذوفہ کے عوض کی تنوین ہے۔ منصرف کی تنوین نہیں جیسا کہ اسماے منصرفہ کی تنوین ہوتی ہے کیوں کہ وہ غیر منصرف ہے۔

فوائد: (۱)- بعض لوگوں نے غیر منصرف کو منصرف پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ مطلقاً خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں۔ اور یہ اخفش کی لغت ہے اور اس نے کہا: گویا وہ شعرا کی لغت ہے۔ کیوں کہ وہ شعر میں مجبور ہوتے ہیں۔ تو ان کی زبانوں پر وہ کلام میں جاری ہو گیا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضعیف لغت ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔

(۲)- جب غیر منصرف علم کو تنکیر عارض ہو اس طور پہ کہ اس کے ذریعہ جس کا نام رکھا گیا اس میں سے واحد غیر معین مراد لیا جائے تو وہ منصرف ہوگا۔ جیسے: جاءنی احمد من الاحمدین وعثمان من العثمانین۔ اور جیسے: ربَّ سعاد و عمران و یزید و یوسف و معدیکرب لقیت ،مگر جب وہ صفت سے منقول ہو جیسے: تم کسی کا نام "احمد اور یقظان" رکھو کیوں کہ وہ نحویوں کے مختار قول پر غیر منصرف ہے۔ اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے کیوں کہ وصفیت سے علمیت کی طرف نقل کرنے سے پہلے وہ غیر منصرف تھا۔ تو جب علمیت مفقود ہو گئی تو وہ اپنی اصل یعنی غیر منصرف کی طرف لوٹ گیا اس اصل کا اعتبار کرتے ہوے۔ اور انہوں نے صفات ممنوعہ کے علاوہ میں ایسا نہیں کیا۔ کیوں کہ علمیت کے زائل ہونے سے غیر منصرف کے دو سببوں میں سے ایک سبب ہے صرف ایک سبب بچ جائے گا تو وہ غیر منصرف ہونے میں کافی نہیں ہوگا۔

(۳)- کوفی، اخفش اور ابو علی فارسی نے شاعر کے لیے منصرف کو غیر منصرف بنانا جائز قرار دیا ہے۔ **اسی پر اخطل کا قول:**

[طلب الازراق بالکـــــتائب ...☆...اذهوت بشیب عائلة النفوس غدور]

ترجمہ: خوارج نے فوجی دستہ کو طلب کیا جب، دھوکہ والی ہلاکت شبیب پر آگئی۔

اور عباس بن فرداس کا قول: ———— [ص:۵۱]

[وما کان حصن ولا حابس ...☆... یفوقان مرداس فی مجمع]

ترجمہ: حصن اور حابس مجمع میں مرداس پر فوقیت رکھنے والے نہیں۔

اور اس کو ابن مالک نے پسند کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ ابن ہشام نے کہا: اس کے زیادہ وارد ہونے کی وجہ سے۔

اور ثعلب سے مروی ہے کہ نظم و نثر میں (منصرف) مطلقا غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کو علم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کو منصرف پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ جو منتہی الجموع کے صیغے پر ہے۔ اور جو ہم نے ذکر کیا اسی پر اقتصار بہتر ہے۔

المقصد الاول: الاسماء المرفوعة:

مرفوعات نو ہیں: [۱]-فاعل [۲]-نائب فاعل [۳]-مبتدا [۴]-خبر [۶]-افعال مقاربہ کا اسم [۷]-حروف مشبہ بلیس کا اسم [۸]-اِنَّ اور اس کی اخوات کی خبر [۹]-لاے نفی جنس کی خبر

اور یہ مقصد چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

الفصل الاول

فاعل: وہ اسم مرفوع ہے جس کی طرف فعل معروف تام یا شبہ فعل معروف تام کی اسناد کی گئی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے اور اس پر دلالت کرے جس نے کام انجام دیا یا جس کے ساتھ قائم ہے۔ جیسے: "فاز المجتهد ، السابق فرسة فائز"

تو "مجتهد" کی طرف فعل تام معروف کی اسناد کی گئی اور وہ "فاز" ہے اور "فرس" کی طرف شبہ فعل معروف تام کی اسناد کی گئی اور وہ "سابق" ہے تو "مجتهد" اور فرس دونوں اس کے فاعل ہیں جس کی طرف فوز اور سبق کی اسناد کی گئی ہے۔

اور شبہ فعل معروف سے مراد اسم فاعل، مصدر، اسم تفضل، صفت مشبہ۔ اسم فاعل کا مبالغہ اور اسم فعل ہے۔ تو یہ سب فاعل کو فعل معروف کی طرف رفع دیتے ہیں۔ اور اس میں سے اسم مستعار ہے۔ جیسے: "اکرم رجلا مسکا خلقة" (تو ایسے شخص کی تعظیم کر جس کے اخلاق مشک کے مانند ہیں) تو "خلقة، مسکا" کا فاعل ہے اور اسی کی وجہ سے مرفوع ہے۔ کیوں کہ اسم مستعار شبہ فعل معروف کی تاویل میں ہوتا ہے۔ اور تقدیری عبارت یوں ہے۔" اکرم رجلا طیبا خلقة کالمشك" اور آپ کا قول: رأیت رجلا اسدا غلامه۔ کی تاویل "رایت رجلا جرینا غلامه کا لاسد" ہے۔

اوراس فصل میں تین بحثیں ھیں:[ص:۵۲]

بحث اول:فاعل کے احکام کے بیان میں

[۱]-فاعل کا مرفوع ہوناواجب ہے۔اور کبھی لفظاً مجرور ہوتاہے فاعل کی طرف مصدر کی اضافت کی وجہ سے۔جیسے:" اكرام المرء اباة فرض عليهِ"(آدمی پر اپنے والدین کی تعظیم کرنا فرض ہے) جیسے: یا فاعل کی طرف اسم مصدر کی اضافت کی وجہ سے۔جیسے:" اسلم على الفقير سلامك على الغنى "(توفقیر کو سلام کر جیساکہ تومال دار کو سلام کرتا ہے)اور جیسے: **حدیث شریف ہے:**" من قبلة الرّجل امرآته الوضوء"(آدمی کا عورت کو بوسہ لینے سے وضو کرنا ہے) یا"با"،من یا لام زائدہ کی وجہ سے ہو۔جیسے:" ماجاءنا من احد ، كفى بالله شهيدا. هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ".

[۲]-فاعل کا مسند کے بعد واقع ہوناواجب ہے۔تواگر وہ مقدم ہو جو معنی کے لحاظ سے فاعل ہو توفاعل مسند میں ضمیر مستتر ہوگی جو اس کی طرف لوٹتی ہے۔عليٌ قامَ.

اور مقدم خواہ مبتدا ہو۔جیساکہ مثال میں مذکور ہے۔اور جملہ اس کے بعد اس کی خبر ہو یاماقبل کا مفعول ہو۔جیسے: "رأيت عليا يفعل الخير" یا فعل محذوف کا فاعل ہو۔جیسے:﴿ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ ﴾ [التوبہ/۶](اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے، تواسے پناہ دو) تو"احد"فعل کا فاعل ہے اور فعل مذکور اس کی تفسیر کررہاہے۔

[۳]-فاعل کا کلام میں ہوناضروری ہے۔تواگر وہ لفظ میں ظاہر ہو تووہی ہے۔ورنہ تووہ ضمیر ہوگا۔خواہ مذکور کی طرف راجع ہو۔جیسے:" المجتهد ينجح" یااس کی طرف جس پر فعل دلالت کررہاہے جیسے: **حدیث شریف ہے:**" لايزني الزاني حين يزني وهو مومن" "ولايشرب الخمر حين يشربها وهو مومن"(زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا/اور شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا) یااس طرف جس پر کلام دلالت کررہا ہو جیسے:آپ کا قول: "هل جاء سليم؟ کے جواب میں "نعم جاء" یااس کی طرف جس پر مقام دلالت کررہاہے۔جیسے:"كلا اذا بلغت التراقى" یا اس کی طرف جس پر حالِ شاہد دلالت کررہاہے۔جیسے:ان كان غدا فائتنى.

اور شاعر کا قول: ــــــــــــــ[ص:۵۳]

[اذكان لايرضيك حتى تردنى ...☆... الى قطرى لااخالك راضياً]

ترجمہ:جس چیز کا تو میری جانب سے مشاہدہ کررہاہے جب وہ راضی نہ کرے یہاں تک کہ تو مجھے قطری پہنچادے،تو میں تجھے راضی گمان نہیں کروں گا۔

[۴]-فاعل کلام میں ہو اور اس کا فعل ایسے قرینہ کی وجہ سے محذوف ہو جو اس پر دلالت کررہاہے۔اس طور پر کہ اس کے ذریعہ نفی کا جواب دیاجائے۔جیسے:"بلیٰ، سعيد"اس کے جواب میں جس نے کہا:ما جاء احد، **شاعر کا قول:**

[اتجلدت حتى قبل لم يعر قبله ...☆... من الوجد شئ قلت بل اعظم الوجد]

ترجمہ:میں نے صبر کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ کہا گیا اس کے دل میں کچھ بھی محبت نہیں،میں نے کہا:بلکہ محبت بہت ہے۔

یا استفہام ہو تم کہتے ہو:من سافر؟ توکہا جاتاہے:سعید اور تم کہتے ہو هل جاءك احد؟ توکہاجاتاہے: نعم خليل۔ **اور اللہ تعالیٰ کا قول:**﴿ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾[الزخرف/۸۷](اور اگر تم ان سے پوچھو(ف۱۳۷) کہ انہیں کس نے پیدا کیا توضرور کہیں گے اللہ نے) اور کبھی استفہام مقدر ہوتاہے۔جیسے:اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾[النور/۳۶،۳۷](اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام،وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے)

اس کی لغت میں جس نے "یُسبح"مجہول پڑھا،اور اسی سے **شاعر کا قول:**

[لِيُبْكَ يزيد ضارع لخصومة...☆...ومختبط مما تطيح الطوائح]

ترجمہ: چاہیے کہ زید پر ہر ایسا ذلیل روئے جس کا کوئی مددگار نہیں اور ہر ایسا فقیر جس کو حوادث زمانہ نے دبوچ لیا ہو،اور جن کا مال ہلاک ہوگیا ہو اور کسی مددگار کو نہیں پایا ہو۔(اصطلاحی ترجمہ) ــــــــــــــ[ص:۵۴]

اور جس میں فعل کو حذف کیا جاتاہے فاعل کو باقی رکھتے ہوئے۔ہر وہ اسم ہے جو ایسے حرف کے بعد ہو جو فعل کے ساتھ خاص ہے۔اور اس میں حذف واجب ہے۔جیسے:﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾[التوبۃ/۶] (اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے،تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو،یہ اس لئے کہ وہ نادان لوگ ہیں)

۔اور جیسے:"اذا السماء انشقت"اور اسی سے مثل ہے:"لوزات سوار لطمتنى"اگر مجھ کو کوئی عورت طمانچہ مارتی۔

[۵]-فعل کا فاعل ظاہر کے ساتھ واحد ہوناضروری ہے۔اگرچہ وہ تثنیہ یا جمع ہو۔تم کہتے ہو"اجتهد التلميذ والتلميذان والتلميذات"،مگر بعض عرب کی ضعیف لغت پر تواس میں فعل فاعل کے مطابق ہوتاہے۔تو لغت پر کہاجاتا ہے۔"اكرمانى صاحباك، و اكرمونى اصحابك".

اور اس میں سے جو فصیح کلام میں وارد ہوا ہے۔ تو ظاہر کو ضمیر کے بدل کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ اور اسی پر اللہ کا قول ہے۔" وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِينَ ظَلَمُوا [الانبیا/۳](اور ظالموں نے آپس میں خُفیہ مشورت کی) یا ظاہر کو مبتدا کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ اور اس کے ماقبل کا جملہ خبر مقدم ہوگا۔ یا اسے فعل محذوف کے فاعل کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ گو اللہ عزوجل کا قول:" وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى'' کے بعد"من اسرّھا؟" کہا گیا تو کہا گیا"اَسَرَّھا الذین ظلموا" اور یہی بہتر ہے۔ لیکن ضعیف لغت پر تو ظاہر کو فاعل کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ اور"الف" "واو" اور "نون" تثنیہ یا جمع پر دلالت کرنے کے لیے علامت ہیں، تو اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ تو اس کا حکم فعل مؤنث کے ساتھ تاے تانیث کا حکم ہے۔

[۶]- فاعل کا فعل سے متّصل ہونا اصل ہے۔ پھر اس کے بعد مفعول آے اور کبھی معاملہ برعکس ہوتا ہے، تو مفعول مقدم اور فعل موخر ہوگا۔ جیسے:"اکرم المجتهد استاذه".

[۷]- جب فاعل مؤنث ہو تو فعل کی ایسی تا کے ذریعہ تانیث لائی جاے گی جو ماضی کے آخر میں ساکن ہو اور مضارع کی ابتدا میں علامت مضارع کے ذریعہ۔ جیسے:" جاءت فاطمة تذهب خديجة".

البحث الثانی: حالات الفعل مع الفاعل:

بحث ثانی: فاعل کے ساتھ فعل کے حالات کے بیان میں

مذکر و مؤنث ہونے کی حیثیت سے فاعل کے ساتھ فعل کی تین حالتیں ہیں: (۱)- مذکر ہونا واجب۔ (۲)- مؤنث ہونا واجب۔ (۳)- دونوں امر جائز۔

﴿۱﴾- فاعل کے ساتھ فعل کا مذکر ہونا کب واجب ہے؟۔ ——— [ص:۵۵]

فاعل کے ساتھ فعل کا مذکر ہونا دو جگہوں میں واجب ہے:

[۱]- فاعل مذکر، مفرد تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہو خواہ اس کا مذکر ہونا معناً ہو یا لفظاً جیسے:"ینجح المجتهد، اوالمجتهدان ، اوالمجتهدون" یا معناً لفظاً ہو جیسے: جاء حمزة. خواہ وہ ظاہر ہو۔ جیسا کہ مثال دی گئی یا ضمیر ہو۔ المجتهد ینجح ، والمجتهدان ینجحان، والمجتهدون ینجحون.

[۲]- فعل اور فاعل مؤنث ظاہر کے درمیان"الا" کے ذریعہ فصل ہو۔ ماقام الا فاطمة.

اور یہ اس لیے کہ فاعل در حقیقت وہ مستثنی منہ ہے جو محذوف ہے۔ اس لیے کہ تقدیری عبارت یوں ہے۔" ماقام احد الا فاطمة"، تو جب فاعل حذف ہو گیا تو فعل اپنے مابعد"الا" کے لیے خالی ہو گیا۔ لہذا اس کا مابعد مرفوع ہوگا اس طور پر کہ وہ لفظ کے اعتبار سے فاعل ہے نہ کہ معنی کے لحاظ سے۔ تو اگر فاعل ضمیر منفصل ہو اور فعل اور فاعل کے مابین"الا" کے ذریعہ فصل کر دیا گیا ہو تو فعل میں دو وجہیں جائز ہیں۔

اور کبھی اس (الا) کے ذریعہ فصل کے ساتھ فعل کو مؤنث لایا جاتا ہے۔ اس حال میں کہ فاعل اسم ظاہر مونث ہو اور یہ قلیل ہے۔ اور جمہور نحویوں نے اسے شعر کے ساتھ خاص کیا ہے۔ جیسے شاعر کا قول ہے:

[مابرئث من رینةٍ و ذم...☆...فی حَربنا الابنات العَمّ]

ہمارے جنگ میں کوئی عورت اور تہمت سے محفوظ نہیں رہی سوائے چچا کی لڑکیوں کے۔

{۲}— فاعل کے ساتھ فعل کا مؤنث لانا کب واجب ہے؟

فاعل کے ساتھ فعل کا مؤنث لانا تین جگہوں میں واجب ہے۔

(۱)- فاعل مونث حقیقی ظاہر ہو اور فعل سے متّصل ہو خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع مؤنث سالم جیسے:"جاءت فاطمة، اوالفاطمتان، اوالفاطمات".

(۲)- فاعل ایسی ضمیر مستتر ہو جو مؤنث حقیقی یا مجازی کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے" خديجة ذهبت، الشمس تطلع".

(۳)- فاعل ایسی ضمیر ہو جو مؤنث سالم یا مؤنث کی جمع تکسیر یا مذکر غیر عاقل کی طرف لوٹ رہی ہو مگر یہ کہ"تا" کے ذریعہ یا نون جمع مؤنث سالم کے ذریعہ اس کی تانیث لائی جاے گی جیسے:"الزينبات جاءت اوجئن، الفواطم اقبلت او اقبلن،والجمال تسير او يسرن".

﴿۲﴾- دونوں امر یعنی فعل کا مذکر لانا اور مؤنث لانا کب جائز ہے؟[ص:۵۶]

نو جگہوں میں فعل کا مذکر اور مؤنث لانا دونوں جائز ہے:

[۱]- فاعل مؤنث مجازی ظاہر ہو یعنی ضمیر نہ ہو۔ جیسے: طلعت الشمس. طلع الشمس اور تانیث افصح ہے۔

[۲]- فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور فاعل کے مابین"الا" کے علاوہ کسی فاصل کے ذریعہ فصل کیا گیا ہو۔ جیسے:"حضرت او حضر المجلس امرأة" اس میں تانیث افصح ہے۔

[۳]- فاعل مؤنث کی ضمیر منفصل ہو۔ جیسے:" انما قام، او انما قامت هی اور جیسے: ماقام، اوماقامت الا هی" اور ترک تانیث بہتر ہے۔

[۴]- فاعل مؤنث ظاہر ہو اور فعل" نعم" ہو یا" بئس،ساءَ" ہو جو ذم کے لیے ہے۔

[۵]-فاعل مذکر ہو اور "الف اور تا" کے ذریعہ اس کی جمع بنائی گئی ہو۔ جیسے:"جاء او جاءت الطلحات" اور مذکر بہتر ہے۔

[۶]-فاعل مؤنث یا مذکر کی جمع تکسیر ہو جیسے: "جاء او جاءت الفواطم، او الرّجال" اور مذکر کے ساتھ اور مؤنث کے ساتھ مؤنث لانا افضل ہے۔

[۷]-فاعل ایسی ضمیر ہو جو مذکر عاقل کی جمع تکسیر کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے: الرجال جاءوا او جاءت۔ اور جمع عاقل کی ضمیر کے ساتھ مذکر لانا بہتر ہے۔

[۸]-فاعل جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم سے ملحق ہو۔ تو اول جیسے: جاء او جاءت البنون۔ اور مؤنث لانے میں سے۔ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ ﴾[یونس/۹۰](میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے) اور دوسرا جیسے " قامت او قامت البنات" اور اس کو مذکر لانے میں سے **عبدة بن الطبيب كا قول:**

[فبكى بناتي شجوهن و زوجتي ...☆... والظاعنون الى ، ثُمّ تَصدَّعوا]

ترجمہ: تو میری لڑکیاں اور میری بیوی اور میری طرف سفر کرنے والے ان کے غم پر روے، پھر متفرق ہو گئے۔

اور مذکر کے ساتھ مذکر اور مؤنث کے ساتھ مؤنث لانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ـــــــ **[ص:۵۷]**

[۹]-فاعل اسم جمع، یا اسم جنس جمعی ہو۔ تو اول جیسے: جاء او جاءت النساء او القوم او الرّهط او الابل۔ اور دوسرا جیسے: قال او قالت العرب او الرّوم، او الفرس اوالقرك، اوْ رقتِ الَشجر"

اور یہاں ایسی حالت ہے جس میں فعل کا مذکر اور مؤنث لانا جائز ہے۔ اور یہ اس لیے کہ فاعل مذکر مؤنث کی طرف مضاف ہے۔ اس شرط پر کہ دوسرا پہلے سے بے نیاز کر دے اگر اسے حذف کر دیا جائے۔ تم کہتے ہو۔ "مرّ او مرّت علينا كرور الايام ، جاء او جاءت كل لكاتبات" فعل مذکر اور مؤنث لانے کے ساتھ، کیوں کہ مضاف مذکر کا حذف کرنا اور مضاف الیہ مؤنث کا مضاف مذکر کے قائم مقام کرنا درست ہے۔ تو کہا جاتا ہے: "مرّت الايام وجاءت الكاتبات".

اور اسی پر شاعر کا قول:

كما شرقت صدور القناة من الدم ــــ جیساکہ نیزہ کا سرا خون سے چمک گیا

مگر فعل کا مذکر لانا زیادہ بہتر ہے۔ اور اس میں فعل کا مؤنث لانا ضعیف ہے۔ اور دور حاضر میں بہت سے انشا پرداز اس استعمال ضعیف کے مثل میں پڑے ہوئے ہیں۔

لیکن جب مضاف مذکر کا حذف کرنا اور مضاف الیہ مؤنث کا مضاف مذکر کر کے قائم مقام کرنا درست نہ ہو۔ اس حیثیت سے کہ اصل معنی میں خلل واقع ہو تو مذکر لانا واجب ہے۔ جیسے:"جاء غلام سعاد" تو "جاءت غلام سعاد" کہنا درست نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہاں مضاف کا حذف کرنا درست نہیں۔ جیساکہ وہاں درست ہے۔ تو "جاءت سعاد" نہیں کہا جائے گا۔ اس وقت جب کہ تم اس کے غلام کو مراد لو۔

البحث الثالث: اقسام الفاعل

تیسری بحث: فاعل کے اقسام کے بیان میں

فاعل کی تین قسمیں ہیں: [۱]-صریح [۲]-ضمیر [۳]-مؤول

فاعل صریح: جیساکہ آپ نے ماسبق میں جانا۔ جیسے: قد قام زيد میں زید ہے۔

اور فاعل ضمیر: خواہ متصل بارز ہو جیسے: قُمْتَ۔ میں تا اور قاموا ،میں "واو" اور "قام" میں "الف" اور تقومین میں "یا"

یا ضمیر مستتر ہو: جیسے: اقوم.تقوم. نقوم سعيد يقوم .سعاد تقوم . یا منفصل ہو جیسے: ماقام الا انا. وانما قام نحن. میں انا ونحن.

اور مستتر کی دو قسمیں ہیں:

(۱)-مستتر جوازی: اور یہ اس ماضی اور مضارع میں ہوتا ہے جو واحد مذکر غائب یا واحد مؤنث غائب کی طرف منسوب ہو۔

(۲)-مستتر وجوبی: اور یہ اس مضارع اور امر میں ہوتا ہے جو واحد مذکر حاضر کی طرف مسند ہو۔ اور یہ اس مضارع میں جو متکلّم کی طرف مسند ہو۔ متکلّم مفرد ہو یا جمع اور اس اسم فعل میں جمع متکلّم کی طرف مسند ہو جیسے: "اف" یا مخاطب کی طرف ہو جیسے: "صه" اور اس فعل تعجب میں جو "ماافعل" کے وزن پر ہو۔ جیسے: "ما احسن العلم" اور افعال استثناء میں جیسے" خلا،غدا ، حاشا جیسے :"جاء القوم ما خلا سعيدا".

اور افعال استثنا کی ضمیر مستثنیٰ منہ کی طرف لوٹتی ہے۔ تو تمھارے قول: جاء القوم ماخلا سعيدا. اور "ما" یا تو مصدریہ ظرفیہ ہے۔ اور اس کا مابعد ایسے مصدر کی تاویل میں ہے جس کی طرف اس وقت کی اضافت ہوتی ہے جو اس سے مفہوم ہے۔ اور اس کا مابعد ایسے مصدر کی تاویل میں ہے جو حال کی بنیاد پر محل نصب میں اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ اور تقدیری عبارت یوں ہے۔ 'جاء واخالين من سعيده. ـــــــ **[ص:۵۸]**

اور فاعل مؤوّل: وہ فعل کا صادر ہونا ہے اور اس کا فاعل ایسا مصدر ہو جو اس کے بعد فعل سے مفہوم ہو جیسے: "یحسن ان تجتھد" توفاعل یہاں وہ مصدر ہے جو "تجتھد" سے مفہوم ہے۔اور جب وہ فاعل ہے۔ تو فعل کو فاعل مؤول کہا جاتا ہے۔

اور پانچ حروف کے بعد فعل کی مصدر کے ذریعہ تاویل کی جاتی ہے۔اور وہ "اِن" اَنَّ، کَی، ما اور لَوْ 'مصدریہ ہیں۔

اول: جیسے "یعجبنی ان تجتھد" اور اصل عبارت "یعجبنی اجتھادك".

ثانی: جیسے بلغنی انت فاضل اور اصل عبارت "بلغنی فضلاء".

ثالث: جیسے "اعجبنی ماتجتھد" اور اصل عبارت "اعجبنی اجتھادك".

رابع: جیسے "جئت لکی اتعلم" اور اصل عبارت "جئت للتعلّم" اور "کَیْ" کے بعد لام کے ذریعہ صرف مفعول مجرور مصدر سے فعل کی تاویل کی جاتی ہے۔

خامس: جیسے "وردتُ لو تجتھد" اور اصل عبارت "وردتُ اجتھادك" اور "لو" کے بعد صرف مفعول کے ذریعہ فعل کی تاویل کی جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا۔ اور پہلے کے تینوں کے بعد مرفوع اور منصوب اور مجرور کے ذریعہ فعل کی تاویل کی جاتی ہے۔

فائدتان:

(۱)- اگر "لو" کے بعد کلمہ "انّ" واقع ہو تو یہاں ان دونوں کے مابین فعل محذوف ہوگا۔ اس کی اصل عبارت "ثبت" ہے تو تم کہو گے "لو انّك اجتھدتَ لکان خیرا لك" تو اصل عبارت "لو ثبت اجتھادك" ہے۔

(۲)- وہ ہمزہ جو کلمہ "سواء" کے بعد واقع ہو اسے ہمزہ تسویہ کہا جاتا ہے، اور اس کا مابعد ایسے مصدر کی تاویل میں ہوتا ہے، جو مبتداے مؤخر کے طور پر مرفوع ہو اور "سواء" اس سے پہلے اس کی خبر ہے۔ جو اس (مبتدا) پر مقدم ہے۔

اللہ عزوجل کا قول: ﴿وَ سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ﴾ [یٰس/۱۰]

(اور انہیں ایک سا ہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں)

"کی تقدیری عبارت "انذارك وعدم انذارك سواء علیھم" ہے یعنی دونوں امر کے نزدیک برابر ہیں۔ تو ہمزہ تسویہ حروف مصدریہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس کے بعد فعل کسی مصدر کی تاویل میں ہو۔ **تو حروف مصدریہ اس طور پر چھ ہوگئے۔**

●●●———— ☆...☆☆☆☆...☆ ————●●●

[الفصل الثانی: نائب الفاعل][ص:۵۹]

نائب فاعل: وہ اسم مرفوع ہے جس سے پہلے ایک فعل تام ہو جو عمل کرنے والا ہو اور بنی للمجھول یا اس کے مشابہ ہو۔ اور اسم مرفوع فاعل کے حذف کے بعد فاعل کے قائم مقام ہو۔ جیسے: ﴿وَخُلِقَ الۡاِنۡسٰنُ ضَعِيۡفًا ۝۲۸﴾ [النسا/۲۸] "المحمود خلقه ممدوحٌ" شبہ فعل مجھول سے مراد مفعول ہے اور وہ اسم جو اس کی طرف منسوب ہے اسم مفعول کی مثال تو گزری اور اسم منسوب الیہ جیسے: صاحب رجلا نبويّا خلقهٗ۔ تو "خلقهٗ" "نائب فاعل ہے "نبويّا" کا اور اسی کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اس لیے کہ اسم منسوب اسم مفعول کی تاویل میں ہے اس میں دو قولوں میں سے ایک قول پر (دوسرا قول یہ ہے کہ اسم فاعل کی تاویل میں ہے) اور تقدیری عبارت ہوگی "صاحب رجلا منسوباً خلقه الی الانبیاء"

نائب فاعل، فاعل کے حذف ہونے کے بعد اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ اس کی وجہ سے کبھی فاعل کو کلام سے کسی مقصد کے تحت حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

اس فصل میں تین مباحث ہیں:

المبحث الأول: أسباب حذف الفاعل

فاعل کو حذف کرنے کے اسباب: فاعل کو یا تو اس وجہ سے حذف کیا جاتا ہے کہ وہ معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ جیسے: ﴿وَخُلِقَ الۡاِنۡسٰنُ ضَعِيۡفًا ۝۲۸﴾

یا تو اس وجہ سے فاعل مجھول ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی تعیین کی ہی نہیں جا سکتی۔ جیسے: سرق البیت۔ جب کہ سارق کا پتہ نہ ہو۔

یا تو اس وجہ سے کہ متکلّم کو مبہم رکھنا چاہتا ہے۔ جیسے: رکب الحصان۔ جب کہ راکب کو جانتے ہوں لیکن اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔

یا تو فاعل پر کسی اندیشہ کی وجہ سے فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: "ضُرِبَ فلان" جب کہ اس کو ضارب کا پتہ ہو لیکن آپ اس پر خوف کھا رہے ہیں اور اس کا ذکر نہیں کر رہے۔

یا فاعل کی جانب سے خوف کی وجہ سے جیسے: "شرق الحصان" جب کہ آپ چور کو جانتے ہوں لیکن آپ اس کا ذکر نہیں کر رہے ہیں کیوں کہ آپ کو اس کی طرف سے خوف ہے اس لیے کہ چور بہت شریر ہے۔

یا تو فاعل کی شرافت و بزرگی کی وجہ سے جیسے: "عُمل عَملٌ منكرٌ" جب کہ آپ کام کرنے والے کو جانتے ہوں لیکن اس کی شرافت کی حفاظت کرنے کے لیے اس کا ذکر نہیں کرتے۔

یا تو اس وجہ سے کہ اس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں جیسے: ﴿وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا﴾ [النسا/۸۶] (اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے)

تو جو سلام کرے اس کے ذکر سے یہاں کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ یہاں مقصود ہر اس شخص کے سلام کا جواب دینے کا وجوب ہے جو سلام کرے۔

المبحث الثانی: جو اشیا فاعل کے قائم مقام ہوتے ہیں:

فاعل کے حذف کرنے کے بعد چار چیزوں میں سے کوئی ایک فاعل کے قائم مقام ہوتی ہے۔

[۱]-مفعول بہ جیسے: يكرم المجتهدُ (حقیقت میں مجتہد مفعول بہ ہے) جب کلام میں مفعول بہ ہو تو اس کے باوجود کوئی دوسرا فاعل کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ کیوں کہ نیابت میں یہ دوسرے سے اولیٰ ہے اس لیے کہ فعل دوسرے کے بہ نسبت اسے زیادہ طلب کرنے والا ہے۔ تو نائب فاعل ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہوگا اور اس کے علاوہ دوسرے منصوب ہوں گے۔

جیسے: "أُكرِم زهير يوم الجمعة امام التلاميذ بجائزة سنية اكراما عظيما"۔ [ص:۶۰]

اور کبھی مفعول بہ صریح کے باوجود، مجرور حرف جر کی وجہ سے فاعل کے قائم مقام ہوتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

جیسے: شاعر کا قول:

[لم يُعن بالعليا الاسيدا...☆...ولا شفى ذا الغى الا ذو هُدىٰ]

(ترجمہ) کوئی شریف اور نجیب شخص ہی شرافت اور بزرگی کے اسباب اور عظیم امور کی طرف توجہ دیتا ہے۔ اور جاہل گمراہ آدمی کو کوئی عالم ہی ہدایت یافتہ بنا سکتا ہے۔

اور آیت کریمہ کی یہ قرأت ﴿لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ﴾ [یونس/۴] (ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے انصاف کا صلہ دے) یہ ابو جعفر بن قعقاع مدنی کی قرأت ہے جو قرّاے عشرہ میں سے ہیں۔

اور جب فعل کے دو یا تین مفعول ہوں تو پہلا مفعول نائب فاعل ہوگا اور اس بنیاد پر یہ مرفوع ہوگا اور باقی منسوب ہوں گے۔ جیسے: "أُعطِيَ الفقير درهما، و ظن زهير مجتهداً، و دريت وفيا بالعهد، و اعلمت الامر واقعا"۔

أعطِيَ کے باب میں مفعول ثانی کی نیابت کبھی جائز ہوتی ہے اگر شبہ واقع نہ ہو جیسے: "كُسِر الفقيرَ ثوبٌ" "أعطِيَ المسكينَ دينارٌ" اگر التباس ہو تو پہلا ہی نائب فاعل بنے گا جیسے: "أعطِيَ سعيدٌ سعداً" اس کے برعکس نہیں کہا جائے گا۔ جب آپ کے یہ مراد ہو کہ لینے والا سعد ہے اور ماخوذ سعید ہے تو سعد کو مقدم کریں گے اور کہیں گے اعطى سعيد سعداً۔ تاکہ لینے والا ماخوذ سے ممتاز ہو جائے اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک اس کی صاحیت رکھتا ہے تو اخذ ممتاز نہیں ہو پائے گا مگر جب کہ اسے مقدم کیا جائے اور نائب فاعل بنایا جائے۔

[۲]-مصدر متصرف مختص: جیسے: "أقترح اقتراح جيدٌ" اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول: فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ [المومنون/۱۰۱] (تو جب صور پھونکا جائے گا، تو نہ ان میں رشتے رہیں گے، اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے)

مصدر متصرف وہ مصدر ہے جو مصدریت کے بنا پر ہمیشہ منصوب ہوتا ہے لہذا مصدر غیر منصرف مفعول مطلق ہی واقع ہوگا۔ جیسے: "معاذ الله و سبحان الله" ان کا نائب فاعل ہونا جائز نہیں رہا مصدر متصرف تو وہ مصدر ہے جو کلام کے تقاضے کے مطابق مرفوع، مجرور اور منصوب ہوتا ہے۔ جیسے: جلوس، اقتراح اور فهم اور ان کے مشابہ تو آپ کہہ سکتے ہیں، "هذا اقتراح مفيدٌ" الخ۔ [ص:۶۱]

مصدر مختص وہ مصدر ہے جو مفید غیر مبہم ہو یعنی وہ مصدر ہے جو کسی دوسرے لفظ سے کسی ایسے معنی کا اکتساب کرے جو صرف حدیث محض کے معنی مبہم پر معنی کا اضافہ کرے اور مصدر کا اختصاص اپنے وصف کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: عُلِمَ علمٌ وافٍ۔ یا بیان عدد کے ساتھ مصدر خاص ہوتا ہے۔ جیسے: "جلست جلستان لبحث الموضوع" یا نوعیت کے بیان کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ جیسے: قتل قتال الشجعان.

اور اسم مصدر، مصدر ہی کی طرح نائب فاعل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، دو مذکورہ شرطوں کے ساتھ اور وہ شرطیں تصرف اور اختصاص ہیں جیسے: "تكم كلامٌ واضح الدلالة"

[۳]-ظرف متصرف مختص۔ جیسے: "مشِيَ يومٌ كاملٌ، و صيمَ رمضانٌ"

ظرف متصرف وہ ہے جس کا مسند الیہ واقع ہونا صحیح ہو جیسے: یوم، شهر، ليل.

اور غیر متصرف وہ ہے جو مسند الیہ واقع نہ ہو تو وہ صرف ظرف ہوگا۔ جیسے: حيث، قط.

یاظرف ہوگا اور "من" کی وجہ سے مجرور ہو جیسے: عند لدیّ، لدن، قبل، بعد، ثم یا "إلی" کی وجہ سے مجرور ہوگا جیسے: متی یا "من" اور "الیٰ" کی وجہ سے مجرور ہو کأینَ۔ اور جو اس طرح ہوں وہ نائب فاعل نہیں بنیں گے کیوں کہ یہ مسندالیہ نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان میں رفع جائز نہیں۔

اور ظرف متصرف نائب فاعل نہیں ہوتا ہے مگر جب کہ وہ متصرف کے ساتھ مختص بھی ہو۔ اس کے مختص ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مفید ہو اور مبہم نہ ہو۔ یہ وصف کے ساتھ مختص ہوتا ہے جیسے: جلس مجلس مفید

یا اضافت کے ساتھ جیسے: سہرت لَیلة القدر

یا علمیت کے ساتھ جیسے: صیمَ رمضان۔ تو زمان، وقت، مکان اور ان کے مثل ظروف مبہمہ غیر مختصہ نائب فاعل نہیں بنیں گے لہذا وقف زمانٌ . انتظر وقتٌ اور جُلسَ مکان نہیں کہا جائے گا۔ اگر کسی قید کے ساتھ یہ مختص ہوں جو انھیں مقید کردے تو ان کا نائب فاعل ہونا جائز ہوگا۔ جیسے: وقف زمان طویلٌ .

[۴]- جو حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو۔ جیسے: لایسکت علی اعتداءِ الظاهر. تو اعداءُ لفظا حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے اور محلا مرفوع ہے اس بنا پر کہ نائب فاعل ہے۔ اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ولما سقط فیه دین ......الخ.

مجرور بحرف الجر فاعل کے حذف کے بعد اس کے قائم مقام ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ یہ اضافت یا صفت کے ساتھ مختص ہو جیسے: نظر فی حاجتك. تُکلِّمَ فی أمرٍ حامّ لك الیوم.

اور جب مجرور مؤنث ہو تو اس کے فعل کے ساتھ علامت تانیث نہیں لگے گی لہذا مُرّ بهندٍ ہی کہیں گے نہ مُرّت کیوں کہ مونث کی طرف صراحۃً اسناد نہیں کیا گیا ہے۔ ———— [ص:۶۲]

اور مجرور کی اپنے فعل پر تقدیم جائز ہے اس کے نائب فاعل باقی رہنے کے ساتھ۔ جیسے: لهندٍ مُرَّ.

[المبحث الثالث: أحكام نائب الفاعل وأقسامُهٗ:]

فاعل کے احکام میں سے جو بھی احکام مذکور ہوئے، نائب فاعل کے ساتھ ان تمام کی رعایت واجب ہے، کیوں کہ یہ اس کے قائم مقام ہے لہذا اس کا بھی وہی حکم ہوگا۔

تو اس کا مرفوع ہونا واجب ہے، اور یہ کہ مسند کے بعد ہو، اور کلام میں ذکر کیا جائے، اگر مذکور نہ ہو تو ضمیر مستتر ہو۔ اور یہ کہ اس کا فعل مؤنث ہو جب کہ نائب فاعل مؤنث ہو۔ اور اس کا فعل واحد ہو خواہ نائب فاعل مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو اور کسی ایسے قرینہ کی وجہ سے اس کے فعل پر دلالت کرے اس کا حذف جائز ہو۔ ان تمام احکام کی تفصیل کے لیے فاعل کی بحث کی طرف رجوع کریں اور اسی کی مثالوں پر قیاس کریں۔

نائب فاعل کی فاعل ہی کی طرح تین قسمیں ہیں:

صریح —— ضمیر —— اور مؤوّل

صریح: جیسے: یُحبَّ المجتهدُ. اور ضمیر یا تو متّصل بارز ہوگی جیسے: أُکرِمتَ میں "ت" یا مستتر ہوگی جیسے: أُکرَمُ، تُکرَمُ. یا منفصل ہوگی جیسے: "ما یُکرم الاّ أنا"

اور مؤوّل: جیسے: "یُحمَدُ أن تجتهدُوا" اس کی تاویل ہوگی "یُحمَدُ اجتهادکم".

[الفصل الثالث: المبتدأ والخبر]

مبتدا: وہ اسم مرفوع ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو، جس کے متعلق خبر دیا جائے۔ جیسے: ولیدٌ کریمٌ میں "ولیدٌ" ﴿وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾﴾ [البقرہ/۱۸۴]

(تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو)

آیت کریمہ میں۔ یا مبتدا وصف سابق ہو اور ایسے ایک منفصل کو رفع دینے والا ہو جو منفصل یا تو اسم ظاہر ہو یا ضمیر منفصل ہو اور یہ منفصل خبر سے بے نیاز کرنے والا ہو جیسے: ماعالم اخوك بالأمر، "هَلْ عارفٌ أنتما بحالی".

مبتدا کی خبر: جملہ کا وہ خبر ہے جو مبتدا کے ساتھ مل کر فائدہ کی تکمیل کرے اس مبتدا کے ساتھ جو وصف نہ ہو منفصل ہونے کی وجہ سے مرفوع نہ ہو اور خبر سے بے نیاز نہ ہو جیسے: سلیم مسافرٌ میں مسافرٌ. دوسری مثالوں میں فی البیت اور تدرس.

ہمارا قول مبتدا کی تعریف میں "المجرد من العوامل اللفظیه" یہ فاعل، نائب فاعل اور نواسخ کے مدخول کو خارج کردے گا۔ ———— [ص:۶۳]

اس سے واضح ہو گیا کہ عوامل لفظیہ سے خالی ہونے کی شرط صرف عوامل اصلیہ کو شامل ہے۔

مگر عوامل زائدہ اور جو زائد کے مشابہ ہو تو کبھی وہ مبتدا پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے: "مامن صدیق مسافرٌ".

اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مبتدا کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک وہ مبتدا جس کی خبر ہوتی ہے اور یہی غالب ہے۔

۲- دوسرا وہ مبتدا جس کی خبر نہیں ہوتی ہے لیکن اس کے لیے کوئی مرفوع ہوتا ہے جو خبر سے بے نیاز کردیتا ہے اور خبر کے قائم مقام ہوتا ہے۔

دونوں قسمیں دو باتوں میں مشترک ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ دونوں عوامل لفظیہ اصلیہ سے خالی ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں کا کوئی نہ کوئی عامل معنوی ہوتا ہے جو انھیں رفع دیتا ہے اور وہ ابتدا ہے۔

اور یہ دونوں دو باتوں میں مختلف ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ وہ مبتدا جس کی خبر ہوتی ہے وہ اسم صریح ہو جیسے: "المنزل واسعٌ "اور اسم کی تاویل میں ہوتا ہے جیسے:"ان تنامَ باكداً خيرٌ لك" اور وہ مبتدا جو خبر سے بے نیاز ہوتا ہے وہ اسم کی تاویل میں نہیں ہوتا ہے بلکہ خاص طور پر اسم ہوتا ہے جو وصف ہوتا ہے۔ جیسے:"أمسافر اخواك".

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ مبتدا جس کی خبر ہوتی ہے کسی ایسے شئی کی طرف محتاج نہیں ہوتا ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔

اور وہ مبتدا جو خبر سے بے نیاز ہوتا ہے ضروری ہے کہ نفی یا استفہام پر اعتماد کرے جیسے شاعر کا یہ شعر:

[خليلَيَّ ! ما وافٍ بعهدی انتما...☆...اذا لم تكونا لی علیٰ من اقاطع]

ترجمہ: اے ہمارے دونوں دوست تم ہماری دوستی کا حق ادا کرنے والے نہیں جب تم میرے مدمقابل کے خلاف میری مدد نہیں کرتے ہو۔

اس شعر میں وافٍ مبتدا ہے۔ اور نفی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اور دوسرے شاعر کا یہ قول: ـــــــ [ص:۶۴]

[أقاطنٌ قوم سلمى ام نووا ظعنا...☆...إن يظعنوا فعجيب عيش من قطنا]

ترجمہ: کیا سلمیٰ کی قوم مقررہ مقام میں ٹھہری ہوئی ہے یا کوچ کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ اگر انہوں نے رخصت سفر باندھ لیا ہے تو ان سے پیچھے رہ جانے والے شخص کی زندگی کا عجیب حال ہے۔

اس شعر میں قاطنٌ مبتدا ہے اور استفہام پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اور نفی میں کوئی فرق نہیں خواہ حرف کے ذریعہ ہو جیسے: گزرا یا فعل کے ذریعہ ہو جیسے: ليس مسافر الصديقان۔

یا اسم کے ذریعہ ہو جیسے: غير مسافر الصديقان.

اور استفہام میں کوئی فرق نہیں خواہ حرف کے ذریعہ ہو جیسے: أناجح اخواك .

یا اسم کے ذریعہ ہو جیسے: كيف جالسٌ الرئيسان؟

مبتدا کی تعریف ــــــ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس وصف میں جو مبتدا کی دوسری قسم ہے، شرط یہ ہے کہ وصف سابق ہو تو "أ أخواك خارج ابوهما" نہیں ہو گا کیوں کہ یہاں وصف سابق نہیں ہے۔

اس کے مرفوع ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ منفصل ہو خواہ ظاہر ہو جیسے: أمسافرٌ الصديقان یا ضمیر ہو جیسے: أمستعدٌ انتما للسفر؟.

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خبر سے بے نیاز کرنے والا ہو تا کہ' أمسافرٌ أخواه زهيرٌ' کے مثل خارج ہو جائے۔

کیوں کہ اس میں فاعل خبر سے بے نیاز کرنے والا نہیں ہے اس لیے کہ اس پر سکوت جائز نہیں ہے لہٰذا مسافرٌ مبتدا نہیں ہو گا بلکہ یہ خبر مقدم ہے اور اخواہ اسم فاعل کا فاعل ہے اور زہیر مبتدا مؤخر ہے۔

حالتا الوصف مع مرفوعه: [ص:۶۵]

مبتدا کی دوسری قسم کی اس مرفوع کے ساتھ دو حالتیں ہیں:

(۱)- پہلی حالت یہ ہے کہ مبتدا اور مرفوع دونوں افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث میں ایک دوسرے کے مطابق ہوں گے۔

(۲)- دوسری حالت یہ ہے کہ یہ دونوں مطابق نہیں ہوں گے۔ اگر تذکیر و تانیث کے ساتھ ساتھ افراد میں بھی مطابق ہوں۔ جیسے: أعائدٌ اخوك؟ يا ماعائدٌ أخوك۔ تو وصف میں دو صورتیں جائز ہیں۔

تو وصف میں دو وجہیں جائز ہیں:

اول: یہ کہ وہ مبتدا ہو، اور اس کا اسم مرفوع فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو یا نائب فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو۔

ثانی: یہ کہ وہ خبر مقدم ہو، اور اس کے بعد اسم مرفوع مبداے موخر ہو۔

اور وصف اور مرفوع دونوں مطابق شمار کیا جاتا ہے جب اول ان الفاظ سے ہو جس کا صیغہ افراد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث میں متغیّر نہ ہو، جیسے:"صديق الرجل؟ اور جیسے: أصديق الرجلان؟ اور جیسے: أصديق الرجلان؟ اور اسی طرح تمہارا قول: أعدل الشاهد؟ اور تمہارا قول: أقول الشاهدان اور تمہارا قول: أعدل الشهود؟.

اور اگر وہ دونوں تثنیہ یا جمع میں مطابق ہوں، جیسے: مامقنعان المسلحان وما مقنعون المسلحون۔ تو وصف کو خبر مقدم کے طور پر اور اس کے بعد اسے مرفوع کو مبتداے مؤخر کے طور پر اعراب دینا بہتر ہے۔ اور "اكلو نی البراغيث" کی لغت پر جائز ہے کہ وصف مبتدا ہو، اور اس کا مابعد فاعل ہو جو خبر سے بے نیاز کر دے۔

اور اگر وہ دونوں مطابق نہ ہوں تو واجب ہے کہ وصف مبتدا ہو، اور اس کے بعد مرفوع فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو، یا نائب فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو، جیسے: أعائد المسافرانِ؟ اور جیسے: أمدعو المعلمون لخدمة العلم؟.

اور وصف کا اعتبار خبر مقدم کے طور پر جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ جائز نہیں ہے کہ مبتدا تثنیہ یا جمع ہو، اور خبر مفرد ہو۔

اور غیر صف مبتدا اور خبر سے سات بحثیں متعلق ہوتی ہیں درج ذیل ہیں:

(۱)-احکام المبتدا:

مبتدا کے پانچ احکام ہیں:

الاول: مبتدا کا مرفوع ہونا واجب ہے۔ اور کبھی با " یا من " زائد کے ذریعہ مجرور ہوتا ہے، یا اس رُبَّ کے ذریعہ جو زائد حرف جر کے مشابہ ہے۔

اول، جیسے: "بحسبك الله" . ———— [ص:۶۶]

ثانی: جیسے: ﴿هَلْ مِنْ خَٰلِقٍ غَيْرُ ٱللَّهِ يَرْزُقُكُم﴾ [فاطر/۳]

ثالث: جیسے: "یا رُبَّ کاسیة فی الدنیاعاریة یوم القیامة". (دنیا میں باریک لباس پہننے والی بروز قیامت برہنہ ہوگی)

الثانی: مبتدا کا معرفہ ہونا واجب ہے، جیسے: "محمدرسول الله" یا نکرہ مفید ہو، جیسے: "مجلس علم ینتفع بہٖ خیرٌ من عبادة سبعین سنة". (ایسی علم کی مجلس جس سے نفع اٹھایا جائے ستر سال کے عبادت سے بہتر ہے)

اور چودہ شرطوں میں سے کسی ایک کے ساتھ نکرہ مفید ہوگا:

[۱]-لفظی طور پر اضافت کے ساتھ، جیسے: "خمس صلواتٍ کتبھن الله" (اللہ تعالیٰ نے پانچ نماز فرض) یا معنوی طور پر، جیسے: "کل یموت" اور جیسے: ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِۦ﴾ [بنی اسرائیل/۸۴] (تم فرماؤ سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں) یعنی: کل احدٍ.

[۲]-لفظی طور پر وصف کے ساتھ، جیسے: ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ﴾ (اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے) یا تقدیراً ہو، جیسے: "شر اھرَّ ذاناب" (بڑے شر نے کتے کو بھونکایا) اور جیسے: "امرأتی بك" ای شرٌ عظیم ، امر عظیم، یا معناً اس طور پر کہ وہ مصغر ہو، جیسے: "رجیل عندنا" ای رجلٌ حقیر؛ کیوں کہ اس میں تصغیر معنیٔ وصف ہے۔

[۳]-نکرہ کی خبر ظرف یا جامجرور ہو جو اس (نکرہ) پر مقدم ہو، جیسے: ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِى عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾﴾ [یوسف/۷۶] (اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے) "ولکل اجلٍ کتاب" (ہر وعدہ کی ایک لکھت ہے)

[۴]-نکرہ نفی یا استفہام، یا "لولا" ، یا "اذا" فجائیہ کے بعد واقع ہو۔ تو اول، جیسے: "مااحد عندنا" ثانی، جیسے: "أأله مع الله؟" ثالث، جیسے **شاعر کا قول:**

[لولا اصطبارٌ لأودیٰ کل ذی مقة ...☆... لما استقلت مطایا ھن للظعن]

{ترجمہ: اگر صبر نہ ہوتا تو ہر محبت کرنے والا ہلاک ہوجاتا، جب ان کی سواریاں کوچ کے لیے تیار ہو جائیں۔}

رابع: جیسے: "خرجتُ فاذ ا اسد رابض".

[۵]-نکرہ عامل ہو، جیسے: اعطاء قرشافی سبیل العلم ینھض بالامة". (راہ علم میں پیسہ دینا امت کو آگے بڑھاتا ہے) اور جیسے: "امر بمعروفٍ صدقة، ونھی عن منکرٍ صدقة".

تو "اعطاء" نے ترشا میں نصب کا عمل کیا اس طور پر کہ وہ مفعول بہ ہے۔ اور امر و نہی دونوں سے حرف جر متعلق ہے، اور مجرور ان دونوں کا غیر صریح مفعول ہے۔ ———— [ص:۶۷]

[۶]-نکرہ مبہم ہو، جیسے اسمائے شرط استفہام "ما" تعجبیہ اور "کم" خبریہ۔ **تو اول، جیسے:** "من یجتھد یفلح" ، ثانی، جیسے: "من مجتھد" و کم علماً فی صدرك؟. اور ثالث جیسے: ما احسن العلم "، رابع: جیسے: "کم ماثرة لك".

[۷]-نکرہ دعا یا بدعا کا فائدہ دے، تو اول جیسے: "سلام علیکم" ثانی جیسے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾﴾ [المطففین/ ۱] (کم تولنے والوں کی خرابی ہے)

[۸]-نکرہ موصوف کے قائم مقام ہو، جیسے: "عالم خیر من جاھل" ای : رجل عالم۔ اور اس سے مثل ہے "ضعیف عاذ بقر مَلَةٌ" (کمزور آدمی نے کمزور درخت کی پناہ لی)

[۹]-نکرہ ایسا صدرِ جملہ حالیہ ہو جو واو یا واو کے علاوہ سے مرتبط ہو، تو اول، جیسے: شاعر کا قول:

[سرینا و نجم قد اضاء، فمذبدا...☆...محیّاك اخفی ضوؤہٗ کل شارق]

ترجمہ: ہم رات میں چلے اس حال میں کہ ستارہ روشن تھا، تو جب تیرا چہرہ ظاہر ہوا تو اس کی روشنی نے ہر ستارے کو چھپا دیا۔

و ثانی جیسے شاعر کا قول:

[الذئب یطرقھا فی الدھر واحدة ...☆...وکل یوم ترانی مدیة بیدی]

ترجمہ: بھیڑیا زمانے بھر تنہا اس کو ہانکتا ہے، اور ہر دن مجھ کو دیکھے گا اس حال میں کہ میری ہاتھ میں ایک چھری ہوگی۔

[۱۰]-نکرہ کے ذریعہ تنویع، یعنی: تفصیل اور تقسیم مراد ہو، جیسے: امرؤالقیس کا قول:

[فاقبلت زحفا علی الرکبتین...☆...فثوب لبستُ وثوب اَجرُّ]

ترجمہ: تو میں گھٹنوں کے بل آیا میں نے ایک کپڑا پہن رکھا تھا، اور ایک کپڑا گھسیٹ رہا تھا۔

[۱۱]-نکرہ معرفہ پر معطوف ہو، یا اس پر معرفہ معطوف ہو، تو اول جیسے: "خالد و رجل یتعلمان النحو" ثانی، جیسے: "رجل و خالد" یتعلمان البیان". ———— [ص:۶۸]

[۱۲]-نکر نکرۂ موصوفہ پر معطوف ہو، یا اس پر نکرۂ موصوفہ معطوف ہو۔ تو اول، جیسے: ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾﴾ (اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا، اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو، اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے)

ثانی، جیسے: "طاعة وقول معروف".

[۱۳]-نکرہ کے ذریعہ حقیقت جنس مراد ہو، نہ کہ اس سے فرد واحد، جیسے: "تمرة خير من جرادة". (کھجور ٹڈی سے بہتر ہے) "رجل اقوى من امرأة".

[۱۴]-نکرہ جواب واقع ہو، جیسے: "رجل" اس شخص کے جواب میں جس نے کہا: "من عندك؟.

فائدة:

سیبویہ اور متقدمین نحویوں نے نکرہ کے مبتدا بننے کے لیے صرف حصول فائدہ کی شرط لگائی ہے۔

تو ہر وہ نکرہ جو فائدہ دے اگر اس کے ذریعہ ابتدا کی جائے تو اس کا مبتدا بننا درست ہوگا۔ اور اسی وجہ سے نکرۂ موصوفہ کے ذریعہ ابتدا جائز نہیں، یا وہ نکرہ جس کی خبر ظرف یا جار مجرور ہو جو نکرہ پر مقدم ہو جب کہ فائدہ نہ دے۔ تو "رجل من الناس عندنا" "عند رجل مال" اور "الإنسان ثوب" نہیں کہا جاے گا، عدم فائدہ کی وجہ سے، کیوں کہ اول میں وصف اور ثانی اور ثالث میں خبر کے مقدم ہونے نے تخصیص کا فائدہ نہیں دیا؛ اس لیے کہ ان دونوں نے نکرہ کے عموم کو کم نہیں کیا۔

ثالث: (مبتدا کے احکام میں سے تیسرا حکم) مبتدا کا حذف جائز ہے اگر اس پر کوئی دلیل دلالت کرے، تم کہتے ہو: "كيف سعيد؟ تو جواب میں کہا جاتا ہے: "ای :هو مجتهد" اور اس سے قولہ تعالیٰ: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ [الجاثیہ/۱۵] (جو بھلا کام کرے تو اپنے لئے اور برا کرے تو اپنے برے کو)

قوله تعالى: "سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا".[النور/۱]

اور پہلی آیت میں اصل عبارت: "فعملهٗ لنفسه، وفاسأتُه عليها" تو مبتدا۔ تو عمل اور سات ہے۔ وہ محذوف ہے۔ اور جار اپنی خبر محذوف سے متعلق ہے۔ اور دوسری آیت میں اصل عبارت: "هذه سورة" ہے۔

[رابع: مبتدا کا چار جگہوں میں حذف واجب ہے:]

۱-اگر اس پر جواب قسم دلالت کرے، جیسے: "في ذمتي لأفعَلَنَّ كذا" ، اى: في ذمتي عهد او ميثاق".

۲-مبتدا کی خبر مصدر ہو اور فعل کا نائب ہو، جیسے: صبرٌ جميلٌ وسميع و طاعة " اى صبرى صبرٌ جميل ، و امرى سمع وطاعة . ________ [ص:۶۹]

۳-خبر مخصوص بالمدح یا ذم ہو اور "نعم و بئس" کے بعد ہو، جیسے: نِعمَ الرجل ابو بكر ، و بئس الرجل ابو لهبٍ تو "ابو" دونوں مثالوں میں، مبتداے محذوف کی خبر ہے اس کی تقدیری "هو" ہے۔

۴-مبتدا اصل میں نعت ہو تو اسے مدح یا ذم یا ترحم کی جگہ میں نعتیت سے علاحدہ کر دیا جائے گا، جیسے: خذ بيد ذهير الكريم" ودَعْ مجالسة فلانٍ اللئيم" و احسن الى فلانٍ المسكين".

تو ان تمام مثالوں میں وجوبی طور پر مبتدا محذوف ہے۔ اور اصل عبارت: هو الكريم ، هو اللئيم، وهو المسكين ہے اور اسے نصب کے لیے وصفیت سے علاحدہ کرنا جائز ہے اس طور پر کہ وہ فعل محذوف کا مفعول بہ بنے، اس کی تقدیر اول میں: "أمدح" ثانی میں: "أذم" اور ثالث میں: "أرحم" ہے۔

الخامس: (مبتدا کے احکام میں سے پانچواں حکم) مبتدا کا خبر پر مقدم ہونا اصل ہے اور کبھی اس پر خبر کا مقدم کرنا واجب ہوتا ہے، اور کبھی دو امر جائز ہوتا ہے۔

[۲]-اقسام المبتدا:

مبتدا کی تین قسمیں ہیں: صریح، جیسے: "كريم محبوب"، ضمیر منفصل، جیسے: " انت مجتهد"، موؤل، جیسے: وان تصوموا خير لكم، وسواء عليهم أنذر تهم ام لم تنذرهم" اور اس سے مثل ہے۔ "تسمع بالمعيديّ خير من أن تراه". (تیرا معیدی کے بارے میں سننا اس کے دیکھنے سے بہتر ہے)

---

[۳]-احکام خبر المبتدا:

مبتدا کی خبر کے سات احکام ہیں:

اول: خبر کا مرفوع ہونا واجب ہے۔

ثانی: خبر کا نکرۂ مشتقہ ہونا اصل ہے۔ اور کبھی جامد ہوتی ہے، جیسے: "هذا حجر"

ثالث: خبر کا افراد تثنیہ اور جمع میں مبتدا کے مطابق ہونا واجب ہے۔

رابع: خبر کا حذف جائز ہے اور اگر اس پر کوئی دلیل دلالت کرے، جیسے: "خرجتُ فاذا الاسدُ" اى فاذا الاسدُ حاضر" اور تم کہتے ہو: "من المجتهد؟" تو جواب میں کہا جاتا ہے۔ "زهير" اى : زُهيرٌ مجتهد" اس سے اللہ تعالیٰ کا قول: "اكلها دائم وظلّها" اى: ظلها كذلك.

خامس: چار جگہوں میں خبر کا حذف واجب ہے:———— [ص:۷۰]

(۱)- پہلی صورت یہ کہ خبر صفت مطلقہ یعنی: وجود عام پر دلالت کرے۔ اور یہ دو مسئلوں میں ہے۔—— **اول:** یہ کہ ظرف یا جار مجرور صفت مطلقہ سے متعلق ہو، جیسے: "الجنة تحت اقدام الامهات" "ولعلم فى الصدور".

ثانی: یہ کہ صفت مطلقہ "لولا" یا "لوما" کے بعد واقع ہو، جیسے: "لولا الدين لهلك الناس" و لوما الكتابة لضاع اكثر العلم".

تو اگر صفت مفیدہ ہو۔ یعنی وجود خاص پر دلالت کرے، جیسے: مشى ، قعود، ركوب ، و اكل ، اور شرب وغيره.

تو خبر کا ذکر واجب ہے اگر اس پر کوئی دلیل دلالت نہ کرے، جیسے: "لولا العدو سالمنا ما سلم" اگر دشمن ہم سے مصالحت نہ کرتا تو وہ محفوظ نہیں رہتا) اور جیسے: "خالد يكتب فى داره ، والعصفور مغرد فى الغصن" اور اس سے حدیث ہے: لولا قومك حديثو عهد بكفر لبنيتُ الكعبة علىٰ قواعد ابراهيم". تو اگر اس پر کوئی دلیل قائم کرے تو اس کا ذکر اور حذف دونوں جائز ہے، جیسے: "لولا انصارهٗ لهلك". (اگر اس کے انصار نے اس کی حمایت نہ کی ہوتی تو وہ ہلاک ہو جاتا) یا "لولا انصاره لموة لهلك۔ اور جیسے: "عليٌ على فرسه" او "على راكب على فرسه".

(۲)- دوسری صورت یہ کہ مبتدا کی خبر قسم میں صریح ہو، جیسے: "لعمرُك لافعلن" اور جیسے: "ايمنُ اللهِ لاجتهدن" تو اگر مبتدا قسم میں صریح نہ ہو، (اس کا معنی یہ ہے کہ وہ قسم وغیرہ کے لیے مستعمل ہو) تو خبر کا حذف کرنا اور باقی رکھنا دونوں جائز ہوگا۔ تم کہوگے: "عهدُالله لاقولنَّ الحق. وعهدُ الله على لاقولن الحق". (بخدا میں ضرور حق کہوں گا)

(۳)- تیسری صورت یہ ہے کہ مبتدا مصدر ہو، یا اسم تفضیل ہو جو مصدر کی طرف مضاف ہو اور ان دونوں کے بعد ایسا حال ہو جو خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اور صرف خبر پر دلالت کرنے میں خبر کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اول جیسے: "تاديبى الغلام ـ مُسيئا" ثانی: جیسے: "افضل صلاتك خاليا مما يشغُلك" (تمھارا نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے ایسے چیز سے خالی ہو کر جو تجھے مشغول کر دے)

اور اس کے مابین کوئی فرق نہیں کہ اسم تفضیل مصدر صریح کی طرف مضاف ہو، جیسا کہ مثال پیش کی گئی، یا مؤول کی طرف ہو، جیسے: "احسن ماتعمل الخير مستترا" (چھپا کر تیرا نیک کام کرنا بہتر ہے) اور اسی طرح اس کے مابین کوئی فرق نہیں کہ حال مفرد ہو، جیسا کہ مثال میں پیش کی گئی، یا جملہ ہو جیسے: حدیث پاک: "اقربُ مايكون العبدُ من ربّه وهو ساجد" (سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے) اور شاعر کا قول: جس میں دونوں حال: مفرد اور مرکب جمع ہیں:———— [ص:۷۱]

[خيرُ اقترابى من المولىٰ حليف رضا...☆...وشر بعدى عنه وهو غضبانُ]

(ترجمہ: میرا چچازاد بھائی سے قریب رہنا بہتر ہے خوش نودی میں حلیف ہو کر، اور میرا اس سے دور رہنا غصے کی حالت میں برا)

تو گزشتہ مثالوں میں حال خبر محذوف پر دلالت کر رہا ہے۔ اور وہ حاصل ہے۔ جو خبر کے قائم مقام ہے۔ لیکن وہ (حال) بلا واسطہ اخبار یہ کی صلاحیت نہیں رکھتا مبتدا کا اس کے مباین ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ تمھارے قول: "تاديب الغلام مسى" اور "افضل صلاتك خالٍ مما يشغلك" کا کوئی معنی نہیں۔ اور اسی طرح۔

تو اگر حال کے ذریعہ خبر لانا درست ہو تو حال کا مرفوع ہونا واجب ہوگا اس وقت مبتدا کے حال کے مباین نہ ہونے کی وجہ سے، جیسے: "تاديبى الغلام شديدٌ" اور ان کا قول: "حكمك مسمطاً، اى مثبتا نافذاً۔ شاذ ہے؛ اس لیے کہ تمھارا "حملك مسمطٌ" کہنا درست ہے۔

[۴]- خبر ایسے "واو" کے بعد ہو جس کا "مع" کے معنی میں ہونا متعیّن ہو، جیسے: "كل امر ومافعل ، اى مع فعله. تو اگر اس "واو" کا "مع" کے معنی میں ہونا متعیّن نہ ہو تو اس (خبر) کا باقی رکھنا جائز ہوگا، جیسے شاعر کا قول:

[تمنوالى الموت الذى يشعب الفتى...☆...كل امر والموت يلـتقيان]

ترجمہ: انھوں نے میرے لیے اس موت کی تمنا کی جس سے نوجوان گھبرا جاتا ہے۔ اور ہر آدمی کو موت آنی ہے۔

السادس: (یعنی مبتدا کے خبر کے احکام میں سے چھٹا حکم) خبر کا متعدّد ہونا جائز ہے، جیسے: "خليل كاتب ، شاعر ، خطيب".

السابع: خبر کا مبتدا سے مؤخر ہونا اصل ہے۔ اور کبھی اس پر جوازی یا وجوبی طور پر مقدم ہوتا ہے۔

[٤]- الخبر المفرد:

[۴]- مبتدا کے خبر کی دو قسمیں ہیں: مفرد———— وجملہ

تو خبر مفرد وہ ہے جو جملہ نہ ہو، اگر چہ وہ (خبر) تثنیہ یا جمع ہو، جیسے: "المجتهد محمود ،والمجتهدان محمودان، والمجتهدون محمودون".

اور وہ (خبر) جامد ہوگی، یا مشتق۔ اور جامد سے مراد وہ ہے جس میں معنی وصف نہ ہو، جیسے: "هذا حجرٌ" اور وہ (خبر جامد) ایسی ضمیر کو متضمن نہیں ہوتی ہے جو مبتدا کی طرف لوٹتی ہے، مگر جب وہ مشتق کے معنی میں ہو، تو وہ ضمیر کو متضمن ہوتی ہے۔ جیسے: "على اسدٌ"۔ تو "الاسد" یہاں شجاع کے معنی میں ہے۔ تو وہ اس (شجاع) کے مثل ایسی ضمیر مستتر کا حامل ہے

جس کی تقدیر "ھو" ہے جو "علی" کی طرف لوٹ رہی ہے، اور وہ ضمیر فاعل ہے۔ اور باب فاعل میں گزر چکا ہے کہ اسم مستعار فعل کی طرح فاعل کو رفع دیتا ہے؛ کیوں کہ وہ (اسم مستعار) ان اسما میں سے ہے جو معنی کے لحاظ سے فعل کے مشابہ ہے۔

اور کوفیوں کا مذھب یہ ہے کہ خبر جامد ایسی ضمیر کی متحمل ہوتی ہے جو مبتدا کی طرف لوٹتی ہے، اگرچہ وہ مشتق کے معنی میں نہ ہو۔ تو اگر تم کہو گے: "ھذا حجر" تو "حجر" ایسی ضمیر کا حامل ہے جو اسم اشارہ کی طرف لوٹ رہی ہے، اس کی تقدیر: ھو، ہے ای: ھذا حجر ھو" ان کا قول درست ہے؛ کیوں کہ اس کے لیے ایسا رابط ضروری ہے جو مبتدا کو خبر سے مربوط کردے، اور یہ رابط عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی ہوں گے۔ ـــــــ [ص:۷۲]

اور مشتق سے مراد یہ ہے اس میں وصف کا معنی، جیسے: زھیرٌ مجتھد"۔ اور یہ ایسی ضمیر کا متحمل ہے جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہے، مگر جب وہ ظاہر کو رفع دے، تو وہ اس کا متحمل نہیں ہوگا، جیسے: "زھیر مجتھد اخواہ".

تو مثال اول میں "مجتھد" کے اندر ضمیر مستتر ہے، اس کی تقدیر "ھو" ہے جو زھیر کی طرف لوٹ رہی ہے، اور وہ ضمیر فاعل۔ لیکن مثال میں تو اس نے فاعلیت کی بنیاد پر "اخواہ" کو رفع دیا ہے تو وہ مبتدا کی ضمیر کا متحمل نہیں ہے۔

اور جب خبر مبتدا کی ضمیر کا متحمل ہو تو خبر کا افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مبتدا کے مطابق ہونا لازم ہے۔ جیسے:

"علی مجتھد و فاطمة ، مجتھدة، والتلمیذان مجتھدان، والتلمیذات مجتھدات"

تو اگر خبر ایسی ضمیر کو متضمن نہ ہو جو مبتدا کی طرف لوٹے، تو اس کا مطابق ہونا جائز ہوگا، جیسے: "الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللہ" اور یہ جائز ہے کہ وہ اس کے مطابق نہ ہو، جیسے قولہ تعالی: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾

[۵]-الخبر الجملة:

خبر جملہ وہ ہے جو جملہ فعلیہ ہو، یا جملہ اسمیہ ہو:

اول: جیسے: "الخلق الحسن یعلی قدر صاحبه" (حسن اخلاق اخلاق والے کے مرتبہ کو بلند کرتا ہے)

ثانی: جیسے: "العامل خلقهٗ حسن"

اور خبر واقع ہونے والے جملے میں یہ شرط ہے کہ وہ ایسے رابط پر مشتمل ہو جو اس (جملہ) کو مبتدا سے مربوط کردے۔

- ❖ اور رابط خواہ ضمیر بارز ہو، جیسے: "الظلم مرتعه وخیمٌ" (ظلم کا انجام برا ہے)
- ❖ یا مستتر ہو جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہو، جیسے: "الحق یعلو"
- ❖ یا مقدر ہو جیسے: "الفضة الدرهم بقرش" ای الدرهم منها.
- ❖ یا مبتدا کی طرف اشارہ ہو، جیسے: 'ولباس التقویٰ ذلك خیر" (تقویٰ کا لباس بہتر ہے)
- ❖ یا مبتدا کا اعادہ اسی کے لفظ سے ہو، جیسے: الحاقة ، ما الحاقة؟
- ❖ یا ایسے لفظ سے ہو جو مبتدا سے عام ہو، جیسے: "سعید نعم الرجل" تو "الرجل" سعید وغیرہ سے عام ہے۔ تو سعید عموم رجل میں داخل ہے اور عموم اس احوال سے مستفاد ہے جو جنس پر دلالت کرتا ہے۔ **[ص:۷۳]**

اور کبھی خبر واقع ہونے والا جملہ معنی کے لحاظ سے نفس مبتدا ہوتا ہے، تو وہ کسی رابطے کا محتاج نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ وہ جملہ مبتدا سے اجنبی نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ایسے رابطے کا محتاج ہو جو اس جملہ کو مبتدا سے مربوط کردے، جیسے: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ ﴾

اور جیسے: "نطقی اللہ حسبی"۔ تو "ھو" ضمیر شان ہے۔ اور اس کے بعد جملہ وہ نفس مبتدا ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو: "ھو علی مجتھد" اور اسی طرح تمھارا قول: "نطقی اللہ حسبی" ہے تو اسی (نطقی) کا منطوق وہ "اللہ حسبی" ہے جو عین مبتدا ہے۔ اور وہ "نطقی" ہے۔ لیکن ما سبق میں تو وہ ربط کا محتاج ہے؛ کیوں کہ خبر مبتدا سے بے نیاز ہے، تو اس (خبر) کے لیے ایسا رابط ضروری ہے جو اس (خبر) کو اس (مبتدا) سے مربوط کردے۔

کبھی خبر ظرف یا جار مجرور واقع ہوتی ہے، اول جیسے: "المجد تحتَ عَلَمِ العلمِ" اور ثانی: جیسے: "العلم فی الصدور لا فی السطور".

خبر در حقیقت وہ ظرف اور حرف جار کا متعلق ہوتا ہے۔ اور تمھیں اختیار ہے کہ اس کا متعلق کسی فعل مقدر کو مانو جیسے: استقر وکان ، تو وہ خبر جملہ کے قبیل سے ہوگی۔

اور اسم فاعل کو مانو، تو وہ خبر مفرد کے قبیل سے ہوگی، اور یہی بہتر ہے؛ کیوں کہ خبر میں اصل مفرد ہونا ہے۔

اور ظروف مکان کے ذریعہ اسمائے معانی اور اسمائے اعیان کے بارے میں خبر دی جاتی ہے۔ اول: جیسے: "الخیر امامك" اور ثانی، جیسے: "الجنة تحت اقدام الامهات".

لیکن ظروف زمان کے ذریعہ صرف اسمائے معانی کے بارے میں خبر دی جاتی ہے جیسے: السفر غدا' والوصول بعد غدٍ" مگر جب اسمائے اعیان کے بارے میں ظروف زمان کے ذریعہ خبر دینے سے فائدہ حاصل ہو تو جائز ہے اس طور پر کہ مبتدا عام ہو اور زمانہ خاص ہو، جیسے: "نحن فی شهر کذا" لیکن "الوردُ فی ایّام" و "الیوم خمر" ، وغدا امرٌ" کے مثل تو اصل: "خروج الورد، وشرب خمر ، وقوع امرٍ، "ہے۔

——— ●●● ——— ● ——— ●●● ——— ● ——— ●●● ———

[۶]- وجوب تقديم المبتدا:

مبتدا میں اصل مقدم ہونا۔ اور خبر میں اصل موخر ہونا۔ اور کبھی ان میں سے ایک وجوبی طور پو مقدم ہوتا ہے، تو دوسرا وجوبی طور پر موخر ہوگا۔ ———————————— [ص:۷۴]

[چھ جگہوں میں مبتدا کا مقدم کرنا واجب ہے]

اول: مبتدا ان اسما میں سے ہو جس کے لیے صدر کلام ہے، جیسے اسمائے شرط، جیسے: "من يتق اللهَ يفلِح" اور اسمائے استفہام، جیسے: "من جاء؟" "ما" تعجبیہ، جیسے: "ماالحسن الفضيلة" اور "كم" خبریہ جیسے: "كم كتاب عندي"۔

ثانی: مبتدا اسم شرط کے مشابہ ہو، جیسے: "الذى يجتهد فله جائزة" و "كل تلميذٍ يجتهد فهو على هدى"۔ تو مبتدا یہاں اسم شرط کے مشابہ اس کے عموم اور اس کے بعد فعل کے مستقبل ہونے اور مابعد کے سبب ہونے میں، تو وہ تمھارے قول: "من يجتهد فلهٗ جائزة" وای تلميذ يجتهد فهو على هدى" کے قوت میں ہے۔ اسی وجہ سے خبر میں فا داخل ہوتی ہے جیسا کہ جواب شرط میں داخل ہوتی ہے۔

ثالث: مبتدا ایسے اسم کی طرف مضاف ہو جس کے لیے صدر کلام ہے، جیسے: "غلام مَنْ مجتهد؟" و "زمام كم امرٍ فى يدك"۔

رابع: مبتدا لام تاکید سے مقترن ہو، اور اسی کا نام لام ابتدا ہے، جیسے: "لعبد مومن خير من مشرك"۔

خامس: مبتدا یا خبر میں سے ہر ایک معرفہ یا نکرہ ہو، اور وہاں ایسا قرینہ نہ ہو جو دونوں میں سے ایک کو متعیّن کر دے، تو مبتدا مسندالیہ کے ساتھ مسند سے التباس کے خوف کی وجہ سے مقدم ہو، جیسے: "اخوك على" اگر تم اخ کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو، و "على اخوك" اگر تم علی کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو، جیسے: "أَسَن منك أسن منى" اگر تم اس کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو جو تیرے مخاطب سے زیادہ عمر دراز ہے۔ "أسن منى اسن منك" اگر تم اس کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو جو تجھ سے زیادہ عمر دراز ہے۔

اور اگر یہاں کوئی قرینہ ہو جو مبتدا کو خبر سے علاحدہ کر دے تو تقدیم و تاخیر جائز ہوگی، جیسے: رجل صالح حاضر، وحاضر رجل صالح" اور جیسے: "بنوأبنائنا بنونا" مبتدا کو مقدم کرنے کے ساتھ بنونا بنوأبنائنا" خبر کو مقدم کرنے کے ساتھ کیوں کہ خواہ ان میں سے ایک مقدم ہو اور دوسرا موخر ہو، بہر حال معنی" بنو ابنائنا هم بنو نا" ہوگا۔

سادس: مبتدا خبر میں محصور ہو، اس طور پر کہ خبر "إلا" ساتھ مقترن ہو لفظاً، جیسے: "وما محمد إلا رسول" یا معناً، جیسے: "انما انت نذير" اس لیے کہ اس کا معنی: "ماانت الانذير" ہے۔ اور حصر کا معنی یہاں یہ ہے کہ مبتدا اور وہ محمد ہے، مثال: اول میں صفت رسالت میں منحصر ہے، تو اگر کہا جائے: "مارسول إلا محمد" خبر کو مقدم کرنے کے ساتھ تو معنی فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ معنی اس وقت یہ صفت رسالت صرف محمد ﷺ میں منحصر ہے باوجودے کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ صفت رسالت آپ کو اور دوسرے رسولوں کو شامل ہے۔ ———————————— [ص:۷۵]

وجوب تقديم الخبر:

[چار جگہوں میں مبتدا پر خبر کو مقدم کرنا واجب ہے]

اول: جب مبتدا نکرۂ غیر مفیدہ ہو، اس اس کے بارے میں ظرف یا جار مجرور کے ذریعہ خبر دی جائے، جیسے: "فى الدار رجل" وعندك ضيف" اور اس سے قولہٖ تعالیٰ: "ولدينا مزيد" "وعلىٰ ابصار هم غشاوة" اور یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ خبر کا موخر کرنا اس بات کے وہم میں ڈال دیتا ہے کہ وہ صفت ہے اور اس بات کے وہم میں ڈال دینا ہے کہ خبر کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ تو نکرۂ مفیدہ ہو تو خبر کا مقدم کرنا واجب نہیں، جیسے: قولہٖ تعالیٰ: "واجل مسمىً عنده" (اس کے نزدیک متعیّن مدت ہے) کیوں کہ نکرہ کی مسمی کے ذریعہ صفت لائی گئی ہے، تو ظرف میں ظاہر ہے کہ وہ خبر ہے صفت نہیں۔

ثانی: جب خبر اسم استفہام ہو یا اسم استفہام کی طرف مضاف ہو، تو اول، جیسے: "كيف حالك"؟ اور ثانی جیسے: "ابنُ من انت" و صبيحة اى يوم سفرك؟۔

اور یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے؟ کیوں کہ اسم استفہام یا وہ جو اسم استفہام کی طرف مضاف ہو اس کے لیے صدر کلام ضروری ہے۔

ثالث: جب مبتدا سے ایسی ضمیر متّصل ہو جو خبر میں سے کسی کی طرف لوٹ رہی ہو، جیسے: "فى الدار صاحبها" اور اس سے قولہٖ تعالیٰ: ﴿اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا﴾ [محمد/۲۴] اور یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے؟ کیوں کہ خبر موخر ہو تو ضمیر کا متاخر کی طرف لفظاً اور رتبۃً عود (لوٹنا) لازم آئے گا، اور یہ ضعیف اور شاذ ہے۔

رابع: خبر مبتدا میں محصور ہو، اور یہ اس طور پر کہ مبتدا "الا" کے ساتھ لفظاً مقرون ہو، جیسے: "خالق إلا الله" یا معنیً، جیسے: "انما محمود من يجتهد"

اس لیے کہ اس کا معنی: "مامحمودٌ إلا من يجتهد" ہے۔ اور حصر کا معنی یہاں یہ ہے کہ خبر۔ جو "خالق" ہے مثال اول میں۔ اللہ میں منحصر ہے۔ تو صفت خلق صرف اللہ سبحانہ کے لیے ہے اگر کہا جائے: "وما الله إلا خالق" مبتدا کو مقدم کرنے کے ساتھ تو معنی فاسد ہو جائے گا، کیوں کہ یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ صفتِ خدا صرف خالق ہونا ہے، اور یہ ظاہر الفساد ہے۔ اور یہی حال دوسری مثال میں ہے۔

اقتران الخبر بالفاء: [ص:٧٦]

وہ "فا" جو کبھی خبر سے مقترن ہوتی ہے وہ فاے رابطہ ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ خبر فاے رابطہ کا محتاج نہ ہو، کیوں کہ (خبر) مبتدا سے اسی طرح مرتبط ہوتی ہے جیساکہ محکوم بہٖ محکوم علیہ سے مرتبط ہوتا ہے، لیکن جب بعض اخبار میں جواب شرط کے ساتھ اس (بعض اخبار) کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا تو اس پر "فا" داخل ہوتی۔

اور بعض اخبار کی مشابہت جواب شرط کے ساتھ تین امور میں ہے:

اول: خبر کے لیے ایسے مبتدا کا پایا جانا جو ابہام اور عموم پر دلالت کرے جیساکہ اسم شرط ان دونوں (ابہام اور عموم) پر دلالت کرتا ہے۔

ثانی: مبتدا کے بعد ایسے کلام کا پایا جانا جو مستقبل کے معنی میں ہو، جیساکہ حرف شرط کے بعد جملہ شرطیہ پایا جاتا ہے۔

ثالث: خبر ماقبل کلام پر مرتب ہو جیساکہ جواب شرط جملہ شرط پر مرتب ہوتا ہے۔

اور یہ مشابہت دو جگہوں میں ہے جن دونوں میں خبر سے "فا" کا مقترن ہونا جائز ہے:

اول: مبتدا اسم موصول ہو اس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہو یا ظرف، یا جامجرور ہو اس شرط کے ساتھ کہ ظرف یا جار مجرور کا تعلق فعل مضارع سے ہو جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہو۔ جیسے: "الذی یدرس فناجحٌ" "والذی داخل السجن فحزین" و "الذی فی الجنة فخالد فیها" ان دونوں مثالوں میں ظرف اور جار کا متعلق فعل مضارع محذوف ہے، اس کی تقدیر "یستقر" ہے جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اس سے قولہ تعالیٰ: ﴿وَ مَآ اَصٰبَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ﴿٣٠﴾﴾ [الشوری/٣٠] (اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا (ف ٨٣) اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے) یہاں موصول کا صلہ مستقبل پر دلالت کر رہا ہے باوجود کہ اس کا لفظ صیغہ ماضی کے ذریعہ ہے اور ہمارے قول: "اسم موصول" میں الف لام موصولہ بھی داخل ہے جیسے: ﴿اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وٰحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ﴾ [النور/٢] (جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ)

ثانی: مبتدا نکرۂ عامہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ کے ذریعہ لائی گئی ہو جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہو یا ظرف یا جار مجرور کے ذریعہ صفت لائی گئی ہو۔ اس شرط کے ساتھ کے ظرف اور جار مجرور فعل مضارع سے متعلق ہوں جو مستقبل پر دال ہو۔

جیسے: "شَعبٌ یقاتلُ الاستِعمارَ فجدیر بالاحترامِ" اور "نومٌ بعدَ الظهرِ فمُریحٌ"، اور "سفرٌ بالطائرةِ فمُمتِعٌ".

اور اسم موصول مذکور کے حکم میں اسم موصوف بہٖ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیۡکُمۡ﴾ [الجمعة/٨] (تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے)

اور نکرۂ موصوفہ کے حکم میں ہے وہ اسم جس کی طرف اضافت کی جائے۔ جیسے: "کلُّ غلامِ رجلٍ یَأتِیۡنی، او فی الدارِ فله درهمٌ".

——— ☆...☆☆☆...☆ ———

[الفصل الرابع: المرفوعات الباقية]

ان مباحث کے بعد پانچ مرفوعات باقی بچے ہیں: [ص:۷۷]

﴿۱﴾- کان اور اس کے اخوات کا اسم:

کانَ اور اس کے نظائر مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور، اسے کان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں، اسے کان کی خبر کہا جاتا ہے۔ تو کان اور اس کے اخوات کا اسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے جیسے: کان اللہ علیما حکیما.

﴿۲﴾- افعال مقاربہ کا اسم:

افعال مقاربہ کاد اور اس کے اخوات ہیں یہ بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ مبتدا کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے لہذا افعال مقاربہ کا اسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ جیسے: عسی ربك أن یرحمکم.

﴿۳﴾- حروف مشبہ بلیس کا اسم:

وہ حروف جو لیس کے مشابہ ہیں وہ حروف نفی ہیں جو لیس کا عمل کرتے ہیں اور اسی کا معنی دیتے ہیں یہ چار ہیں —— ما، لا ، لات ، إن، یہ بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب۔ مبتدا کو اس کا اسم اور خبر کو اس کی خبر کہتے ہیں۔ تو حروف مشبہ بلیس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے: "ما احد افضل من المخلص فی عملہٖ"

﴿۴﴾- خبر إنَّ و اخواتها:

ان اور اس کے اخوات جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، اور مبتدا کو نصب اور خبر کو رفوع دیتے ہیں۔ تو ان اور اس کے اخوات کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝٢٠﴾[البقرہ]

﴿۵﴾- خبر لا التی لنفی الجنس:

لائے نفی جنس وہ ہے جو اس جنس سے خبر کی نفی پر دلالت کرے جو اس کے بعد واقع ہو علی سبیل الاستغراق۔ اس لا کو لائے تبریہ کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ اس بات کا افادہ کرتا ہے کہ متکلّم جنس سے بری کر رہا ہے اور خبر کے ساتھ متّصف ہونے سے اس کے تنزیہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے مبتدا کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔ مبتدا کو اسم اور خبر کو خبر کہتے ہیں۔ تو لائے نفی جنس کا اسم اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ جیسے: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ، فِیْهِ﴾[البقرہ/۲](وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں)

[الفصل الثانی: الأسماء المنصوبة]

اسمائے منصوبہ تیرہ ہیں: ———— [ص:۷۹]

[(۱)-مفعول بہ (۲)-مفعول مطلق (۳)-مفعول لہٗ (۴)-مفعول فیہ (۵)-مفعول معہ (۶)-حال (۷)-تمیز (۸)-مستثنٰی (۹)-کان اور اس کے اخوات کی خبر (۱۰)-کاد اور اس کے اخوات کی خبر (۱۱)-حروف مشبہ بلیس کی خبر (۱۲)-ان اور اس کے اخوات کا اسم (۱۳)-لائے نفی جنس کا اسم] —— یہ مصدر نو (۹) فصلوں پر مشتمل ہے۔

الفصل الأول: المفعول به

مفعول بہ وہ اسم ہے جو کسی ایسے شیٔ پر دلالت کرے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو۔ اثبات کے طور پر یا نفی کے طور پر۔ اس کی وجہ سے فعل کی صورت کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ اثبات کی مثال: بریت القلم، نفی کی مثال: مابریت القلم اور کبھی کلام میں مفعول بہ متعدّد ہوتے ہیں۔ اگر فعل ایک مفعول بہ سے زیادہ کی طرف متعدّی ہو جیسے: اعطیت الفقیر درھما. ———— **مفعول بہ سے نو (۹) بحثیں متعلق ہیں:**

المبحث الأول: أقسام المفعول به

مفعول بہ کی دو قسمیں ہیں: صریح ———— غیر صریح

صریح کی دو قسمیں ہیں: ——

ظاہر جیسے: فتح خالد الحیرۃ۔ ———— **اور ضمیر متّصل جیسے:** اکرمتك و اکرمتھم۔

یا ضمیر منفصل ہو جیسے: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴿٤﴾.

اور غیر صریح کی تین قسمیں ہیں: ۱- حرف مصدری کے بعد جو مصدر کی تاویل میں ہو جیسے: علمت أنك مجتهد اور جملہ جو مفرد کی تاویل میں ہو جیسے: ظننتك تجتهد. اور جار مجرور ہے جو مفرد کی تاویل میں ہو جیسے: امسکت بیدك.

اور کبھی حرف جر ساقط ہو جاتا ہے تو مجرور مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے اور اسے منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔ لہذا یہ اپنے اصل یعنی نصب کی طرف ہی لوٹے گا جیسے: **شاعر کا قول:**

[تمرون الدیارولم تعوجوا...☆...کلامکم علی اذا حراموا]

ترجمہ: تم دیار حبیب سے ہوکر گزر رہے ہو اور یہاں قیام نہیں کرتے اس لیے میرا تم لوگوں سے بات کرنا حرام ہے۔

تمرون الدیار ـــــ یہ جملہ مفرد کی تاویل میں ہے اور ماقبل کے شعر میں قول کا مقولہ ہے اور الدیار منصوب بنزع الخافض ہے اور تعوجوا جملہ حالیہ ہے۔

المبحث الثانی: احکام المفعول بہ

مفعول بہ کے چار احکام ہیں:

(۱)-اس کا نصب واجب ہے۔

(۲)-کسی دلیل کی بنیاد پر اس کا حذف جائز ہے جیسے: رعت الماشیة۔ اور کہا جاتا ہے "ھل رایت خلیلاً" تو تم کہتے ہو "رایت"۔

اور کبھی متعدّی کو لازم کے منزل میں اتار لیا جاتا ہے، مفعول بہ کے ساتھ کسی غرض کے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے تو مفعول بہ ہی مذکور ہوتا ہے اور نہ مقدر رکھا جاتا ہے۔ جیسے: قولہ تعالیٰ:﴿ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔﴾[الزمر/۹] (کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان)

افعال قلوب کے دو مفعول ہوتے ہیں ان دونوں مفعولوں کا حذف ایک ساتھ جائز ہے اور کسی دلیل کے بنا پر ان میں سے ایک کا حذف بھی جائز ہے۔ مزید تفصیل کے لیے افعال قلوب کی بحث دیکھیں۔

(۳)-کسی دلیل کی بنا پر اس کے فعل کا حذف جائز ہے جیسے: ماانزل ربکم؟ قالو خیراً، یعنی انزل خیراً۔

مثلوں اور ان کے مثل جن میں فعل کا حذف مشہور ہے اسے حذف کرنا واجب ہے جیسے: الکلاب علی البقر یعنی ارسل الکلاب۔

اسی سے ابواب تحذیر، اعزاء، اختصاص اشغال اور لغت مقطوع میں فعل کا حذف کرنا۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

(۴)-اس میں اصل یہ ہے کہ مفعول بہ فعل اور فاعل مؤخر ہو اور کبھی فاعل سے اور فعل اور فاعل دونوں سے مقدم ہوتا ہے۔

[المبحث الثالث: تقدیم المفعول بہ وتأخیرہ]

فاعل میں اصل یہ ہے کہ اپنے فعل سے متّصل ہو کیوں کہ یہ فعل ہی کے جز کی طرح ہے پھر اس جز کے بعد مفعول آئے اور کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے اور کبھی مفعول فعل اور فاعل دونوں سے مقدم ہوتا ہے اور یہ سب صورتیں یا تو جائز ہوں گی یا واجب یا ممنوع۔ ـــــ [ص:۸۰]

تفصیل ذیل میں ملاحظہ کریں:

[وجوب تقدیم المفعول بہ علی الفاعل]

تین جگہوں میں مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کرنا واجب ہے۔

الاول: فاعل کے ساتھ کوئی ایسی ضمیر متّصل ہو جو مفعول بہ کی طرف لوٹے جیسے: قاد السیارة صاحبھا، و إذا ابتلیٰ ابراھیم ربُّہٗ. اس مقام پر فاعل کی تقدیم اور مفعول بہ کی تاخیر جائز نہیں تاکہ ضمیر اس کی طرف عائد نہ ہو جو لفظا اور رتبةً مؤخر ہے۔

اگر مفعول بہ کے ساتھ کوئی ضمیر متّصل ہو جو فاعل کی طرف راجع ہو تو فاعل کی تقدیم اور مفعول بہ کی تاخیر جائز ہے، جیسے: انھیٰ استاذ درسہ وانھیٰ درسہ الاستاذ. اس لیے کہ فاعل رتبةً مقدم ہے۔ لفظاً خواہ مقدم ہو یا مؤخر۔

الثانی: الا یا إنما کے ذریعہ فاعل کو محصور کر لیا جائے۔ جیسے: ماسبق نادراً الا محمد، انما سابق نادراً محمد۔

الثالث: مفعول بہ فعل کے ساتھ متّصل ضمیر ہو اور فاعل ضمیر متّصل کا غیر ہو۔ جیسے: علمك الاستاذ۔

[وجوب التاخیر المفعول بہ عن الفاعل]

کئی مقامات میں مفعول بہ کو فاعل سے مؤخر کرنا واجب ہے جن میں مشہور چار مقامات ہیں:

احدھا: شبہ کا اندیشہ ہو اور فاعل کا مفعول سے ممتاز کرنا ممکن نہ ہو جیسے: ضرب عیسی موسی، زار جدی عمّی. اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو شبہ ختم کردے تو مفعول کو مقدم کرنا جائز ہے۔ اور قرینہ کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے: ساعدت موسیٰ لیلی، اور کبھی معنوی، جیسے: انھکت لیلی الحمیٰ.

والثانی: فاعل ضمیر متّصل ہو اور مفعول بہ اسم ظاہر ہو اور فعل سے مؤخر ہو جیسے: عدتُ المریضَ.

الثالث: فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیر متّصل ہوں اور ان میں سے کسی میں حصر نہ ہو جیسے: ساعدتہ.

الرابع: مفعول بہ کو الا یا انما کے ذریعہ محصور کیا جائے۔مثال: لاینتظر المریض الا الطبیب ،انما ینتظر المریض الطبیب۔——— [ص:۸۱]

[جواز تقدیم المفعول بہٖ علی الفاعل وتاخیرہ عنہ]

مفعول بہ کا فاعل سے مقدم و موخر کرنے کا جواز

مفعول بہ کا فاعل سے مقدم و مؤخر کرنا جائز ہے ان مقامات کے علاوہ میں جن کا ذکر گزرا یعنی جہاں فاعل کو مقدم کرنا یا مؤخر کرنا واجب ہے لہذا "قرأ علی الکتاب اور قرأ الکتاب علیؓ" بھی جائز ہے۔

تقدیم المفعول علی الفعل والفاعل معا

مفعول بہ کو فعل اور فاعل دونوں سے مقدم کرنا

علیاً اکرمته کے مثل میں مفعول بہ کو فعل اور فاعل دونوں سے مقدم کرنا جائز ہے۔اسی قبیل سے یہ۔
قولہ تعالیٰ: ﴿فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾[البقرہ/۸۷] ہے۔

[چار مسائل میں مفعول بہ کو ان دونوں پر مقدم کرنا واجب ہے]

[۱]-مفعول بہ اسم شرط ہو جیسے: قولہ تعالیٰ: "من یضلل اللہ فماله من هاد" یا اسم شرط کی طرف مضاف ہو جیسے: "هدى من تتبع يتبع بنوك".

[۲]-اسم استفہام ہو، جیسے: قولہ تعالیٰ: فای آیة الله تنکرون" یا اسم استفہام کی طرف مضاف ہو جیسے: کتاب من اخذت.

[۳]-"کم" خبریہ یا کائین خبریہ ہو، جیسے: کم کتاب ملکت، اور جیسے: "کأین من علم حویت" یا کم خبریہ کی طرف مضاف ہو۔جیسے: ذنب کم مذنب غفرت.

کأین نہ مضاف ہوتا ہے اور نہ مضاف الیہ۔ان تینوں مقامات میں مفعول بہ کو مقدم کرنا واجب ہے اس لیے کہ ان ادوات کے لیے جو مفعول بہ واقع ہو رہے ہیں صدر کلام ہے وجوبی طور پر۔اس لیے ان کی تاخیر جائز نہیں ہوگی۔

[۴]-أمّا کا جواب مفعول بہ کو منصوب کرے جب کہ جواب "أمّا" کے لیے مفعول بہ کے علاوہ کوئی دوسرا منصوب مقدم نہیں ہو جیسے: یہ آیت: قولہ تعالیٰ: فاما الیتیم فلا تقهر.

اس کی تقدیم واجب ہے جب کہ یہ حالت ہے تاکہ اما اور جواب اما کے درمیان فاصل ہو۔اگر وہاں کوئی دوسرا فاصل موجود ہو تو اس کی تقدیم واجب نہیں ہوگی جیسے: ام الیوم فافعل ما بدا لك.

[تقدیم احد المفعولین علی الآخر]

دو مفعولوں میں سے ایک کا دوسرے پر مقدم کرنا—[ص:۸۲]

جب کلام میں مفاعل متعدّد ہوں تو بعض، بعض پر مقدم ہونے میں اصل ہوتے ہیں یا تو اصل میں مبتدا ہونے کی وجہ سے جیساکہ ظنّ کے باب میں یا معنی میں فاعل ہونے کی وجہ سے جیساکہ "اعطی" کے باب میں۔

تو جب فعل دونوں مفعولوں کو نصب دینے والا ہو تو اصل مفعول اول کی تقدیم ہے اس لیے کہ ظن کے باب میں وہ اصل میں مبتدا ہے اور اعطی کے باب میں معنی میں فاعل ہے جیسے: ظننت البدر طالعا اور جیسے اعطیت سعیدا الکتاب، اور اس کے برعکس بھی جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو۔جیسے: ظننت طالعا البدر. اور جیسے: اعطیت الکتاب سعیدا.

[چار مسائل میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا واجب ہے]

(۱)-التباس کا خوف ہو تو جس کا حق مقدم رہنا ہے اس کی تقدیم واجب ہے اور وہ مفعول اول ہے جیسے: اگر مخاطب وہ ہے جو لینے والا ہے اور اس کا بھائی ماخوذ ہے اور جیسے: "ظننت سعیداً خالدا" اگر سعید کے بارے میں یہ گمان کیا گیا ہے کہ وہ خالد ہے اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو خالد مفعول اول ہوگا۔

(۲)-دونوں میں سے ایک اسم ظاہر ہو اور دوسرا ضمیر تو ضمیر کو مقدم اور ظاہر کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے: اعطیتك درهما. الدرهم اعطیته سعیدا.

(۳)-دونوں میں سے ایک میں فعل محصور ہو تو محصور کو مؤخر کرنا واجب ہے خواہ وہ مفعول اول ہے یا ثانی جیسے: مااعطیت سعیدا الا درهما.

(۴)-مفعول اول ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو مفعول ثانی کی طرف راجع ہو تو اول کی تاخیر اور دوسرے کی تقدیم واجب ہے جیسے: "أعط القوس باریها"

اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جیسے: " اعطیت التلمیذ کتابه" تو ثانی کو اول پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے: "اعطیت کتابه التلمیذ" اس لیے کہ اول اگرچہ لفظاً مؤخر ہے لیکن رتبةً مقدم ہے۔

[المبحث الرابع: التنازع]

تنازع یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد عامل جو پہلے ہوں ایک یا ایک سے زائد معمول کی طرف متوجہ ہوں جیسے:

قولہٖ تعالیٰ: ﴿اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾﴾ [الکھف/۹۶] (لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانبا اُونڈیل دوں)

"اٰتو" فعل امر ہے دو مفعولوں کی طرف متعدّی ہے اول "یا" ہے جو ضمیر متکلّم ہے اور یہ "قطراً" کو بھی طلب کر رہا ہے تاکہ یہ " آتوا" کا مفعول ثانی بن جائے اور "افرغ" فعل مضارع ہے ایک مفعول کی طرف متعدّی ہے یہ قطراً کو طلب کر رہا ہے تاکہ یہ اس کا مفعول ہو جائے۔ تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ "قطرا" کے معاملے میں دو عامل تنازع (جھگڑا) کر رہے ہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اس کو طلب کر رہا ہے تاکہ یہ اس کا مفعول بہ ہو جائے۔ اس لیے کہ تقدیری عبارت ہے "اٰتونی قطراً افرغه علیه" یہی تنازع کا مطلب ہے۔ــــــــــــــــــــــــ [ص:۸۳]

آپ اسم مذکور کو جس کا بھی چاہیں معمول بنا سکتے ہیں۔ ثانی کا قربت کی وجہ سے اور اول کا سبقت کی وجہ سے۔

اگر اسم ظاہر کو اول کا معمول بنائیں تو اس کی ضمیر کو ثانی کا مفعول بنائیں گے مرفوع ہو یا غیر مرفوع جیسے: قام وقعدا اخواك.

اور کچھ نحویوں نے اس کے حذف کو جائز قرار دیا ہے اگر ضمیر رفع کے علاوہ ہو اس لیے کہ یہ زائد ہے۔

اسی سے شاعر کا یہ قول:

[بعكاظ يعشى الناظر يـ ...... ـن، إذاهم لمحوا، شعاعه]

ترجمہ: مقام عکاظ میں جب لوگ ہمارے ہتھیاروں کی طرف نظر کرتے ہیں تو ان کی چمک سے لوگوں کی آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں۔

اس شعر میں " لمحوا " کا مفعول محذوف ہے اگر مذکور ہوتا تو "لمحوه "ہوتا۔ یہ اس طور پر کہ لمحوا اور یعشی میں سے ہر ایک "شعاعه" کا تقاضا کر رہا ہے تاکہ اس پر عمل کریں اول فاعل کے لیے اور دوسرا مفعول کے لیے۔ اسے پہلے کا مفعول بنایا اور دوسرے کو چھوڑ دیا اس کی ضمیر کو معمول نہیں بنایا ہے۔

اگر آپ اسم ظاہر میں دوسرے کا عمل دلائیں تو اس کی ضمیر میں اول کا عمل دلائیں گے اگر مرفوع ہو جیسے: "قاما وقعد اخواك" اسی سے شاعر کا یہ قول ہے:

[جفونى ولم اجفُ الاخلاء إننى...☆...لغير جميل من خليلى محمل]

ترجمہ: میرے دوستوں نے میری محبت ترک کر دی اور میں نے اپنے دوستوں کی محبت ترک نہیں کی۔ میرے دوست کی طرف سے جو نامناسب بات ہوتی ہے میں اسے نظر انداز کر دیتا ہوں۔ــــــــــــــــــــــــ [ص:۸۴]

[**محل استشہاد:** جفونى ولو اجف الأخلاء ہے۔ لفظ معمول "الأخلاّ" میں فعل ثانی "لم اجف" عمل کر رہا ہے تو اس کا نصب مفعول بہ ہونے کی بنا پر ہے اور فعل اول "جفونی" اس کی ضمیر پر عمل کر رہا ہے اور ضمیر واو جمع ہے۔ اس سے یہ لازم آ رہا ہے کہ ضمیر مؤخر کی طرف عائد ہو رہی ہے۔ لیکن اس بات میں ضمیر مرفوع کا مؤخر کی طرف لوٹنا جائز ہے۔]

اور اگر ضمیر غیر مرفوع ہے تو اسے حذف کر دیں جیسے: "اکرمت فسراخواك" اکرمتهما فسراخواك ، نہیں کہا جائے گا۔ **شاعر کا یہ قول:**

[اذا كنت ترضيه و يرضيك صاحب...☆...جهاراً فكن فى الغيب احفظ للعهد]

[والغ احـــاديث الوشـــاة ، فقلما...☆...يحاول واش غير هجــران ذى ود]

ترجمہ: جب تم اپنے دوست کو اور تمھارا دوست تمھیں ظاہر میں خوش رکھتا ہے تو تم ایک دوسرے کی غیبت میں بھی اس دوستی کو باقی رکھو اور چغلخوروں کی باتوں کی طرف توجہ نہ دو کیوں کہ ان کا مقصد محبت کرنے والوں کو جدا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا ہے۔

پہلے شعر میں ترضیه کی ضمیر منصوبِ ظاہر ہے۔ اور یہ ضرورتِ شعری ہے ورنہ جمہور کے نزدیک اس کا ارتکاب بہتر نہیں ہے۔ کہنا یہ چاہیے: اذا كنت ترضى: اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

کسائی اور ان کے تابعین کا مذہب یہ ہے کہ جب اسم ظاہر کو دوسرے عامل کا معمول بنائیں تو اول میں فاعل کی ضمیر نہیں آئے گی۔ بلکہ اس کا فاعل محذوف ہوگا اس لیے کہ اس کا مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے کیوں کہ جب کوئی دلیل فاعل پر دلالت کرے تو اس کا حذف جائز ہے۔ تو اگر آپ کہیں: "أكرمني فسرّني زهير" تو اگر آپ زہیر کو شر کا فاعل بنائیں تو سیبویہ اور جمہور کی رائے پر اَكرَمَ کا فاعل ضمیر مستتر ہوگا جو زہیر کی طرف راجع ہوگا۔ اور کسائی اور ان کے تابعین کے نزدیک "اَكرَمَ" کا فاعل محذوف ہوگا۔ کیوں کہ اس کا مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اختلاف کا اثر تثنیہ اور جمع میں ظاہر ہوگا۔ تو سیبویہ کے نزدیک اگر دوسرے کو عمل دلا رہے ہیں تو یہ کہنا واجب ہوگا "أكرماني فسرّ ني صديقاى الا اور کسائی اور ان کے متبعین کے مذہب پر یہ ہوگا "اكرمني فسرني

صدیقای"، تو اسم ظاہر دوسرے عامل کا فاعل ہوگا اور پہلے عامل کا فاعل محذوف ہوگا۔ اور جو کسائی کا قول ہے یہ بھی بعید نہیں ہے اس لیے کہ عرب اپنے کلام میں معلوم چیزوں سے بے نیاز ہوتے ہیں اگر ان کو حذف کر دیا جائے۔ اگرچہ وہ اہم ہوں۔ عرب کے کلام میں اس کے شواہد ملتے ہیں۔

رہا اس صورت میں جب آپ اسم ظاہر کو پہلے کا معمول بنائیں تو دوسرے میں ضمیر لانا باالاتفاق واجب ہے۔ جیسے:

"اکرمنی فسرانی صدیقای"

کسائی نے جو مذہب اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فاعل کو حذف نہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ وہاں ضمیر ہو جو اسم ظاہر کی طرف عائد ہو جو لفظاً اور رتبۃً مؤخر ہے اور یہ قبیح ہے۔ اور یہ سیبویہ نے کہا: کہ اگر ضمیر کو مؤخر کی طرف لوٹایا جائے تو یہ فاعل کو حذف کرنے سے ہلکا ہے۔ یہی قول بہتر ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ہر ایک کی ایک وجہ ہے اور اضمار اور ترک دونوں برابر ہیں۔ دونوں فریق کے مذہب کی تائید کرتا ہے۔ اور دوسرے شاعر کا یہ شعر:———— [ص:۸۵]

"جفونی ولم اجف الاخلاء" سیبویہ کی تائید کرتا ہے۔

قول الآخر:

[تعفق بالأرطيلها، وأرادها...☆...رجال ، فبذت نبلهم وكليب]

کسائی کی تائید کرتا ہے: (ترجمہ) نیل گائے کے لیے لوگوں نے درخت ارطی کی پناہ لی۔ اور کچھ لوگوں نے اس کا ارادہ کیا لیکن وہ نیل گائے ان کے تیروں اور کتوں پر غالب آگئی۔

دونوں فعلوں میں سے ایک میں ضمیر نہیں ہے۔ اگر پہلے فعل میں ضمیر ہوتی اور دوسرے کو عمل دلاتے تو یہ کہتے: "تعفقوابالارطیٰ وارادھارجال" اور اگر دوسرے میں ضمیر لاتے اور پہلے کو عمل دلاتے تو کہتے: "تعفق بالارطیٰ وارادوھا رجال"

آپ جان لیں کہ تنازع دو متصرف فعلوں ہی کے درمیان واقع ہوتا ہے یا دو اسموں کے درمیان جو ان کے مشابہ ہو یا ایک فعل منصرف اور ایک کے مشابہ اسم کے درمیان جیسے: "جاءنی واکرمت خالدا"

دوسرے کی مثال، شعر:

[عُهِدت مغيثامغنيامن اجرته...☆...فلم اتخذالافنائك موئلا]

ترجمہ: تمھیں لوگوں نے مددگار اور غنی کر دینے والا مان لیا ہے کہ تم نے ان کی مدد اور حمایت کی ہے اس لیے مجھے تمھارے صحن کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ملی۔

[اس شعر میں محل استشہاد "مغيثا مغنيا من اجرته" ہے کہ اس میں دونوں اسم فعل منصرف کے مشابہ ہیں اور دونوں عامل ہیں ان کے بعد من اجرتہ ایک معمول ہے۔]

تیسرے کی مثال: قوله تعالیٰ: ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾ [الحاقۃ:۱۹] دو حرف، حرف اور غیر حرف، دو جامد جامد اور غیر جامد کے درمیان تنازع نہیں ہوگا۔ اور کبھی دوسرے عامل کو محض تقویت اور تاکید کے لیے ذکر کیا جاتا ہے لہذا اس کا کوئی عمل نہیں ہوگا عمل صرف پہلے ہی کا ہوگا۔ اس وقت کلام باب تنازع سے نہیں ہوگا۔ جیسے یہ شعر:

[فهيهات هيهات العقيق ومن به...☆...وهيهات خل باالعقيق نواصله]

قول الآخر:———— [ص:۸۶]

[فاين الى اين النـــــجاة ببغلتی...☆...اتاك اتاك اللاّحقون اِحبس، احبس]

احبس اور اگر باب تنازع سے ہوتا تو کہتا "اتوك، اتاك اللاّحقون" دوسرے کو اسم ظاہر میں عمل دلانے کے ساتھ اور اول میں ضمیر لانے کے ساتھ یا اتاك، واتوك اللاحقون ثانی میں ضمیر لانے کے ساتھ اور اول میں اسم ظاہر پر عمل دلانے کے ساتھ۔

———☆......☆......☆———

یادداشت:

المبحث الخامس: التحذير

تحذیر: اسم کو فعل منصوب کے ذریعہ نصب دینا جو تنبیہ اور خوف دلانے کا افداہ کرے اور مقام کے مناسب کسی فعل کو مقدر رکھا جائے گا جیسے: احذر وغیرہ۔ اس کا افادہ مخاطب کو کسی ناپسندیدہ چیز پر تنبیہ کرنا تا کہ وہ اس سے بچ جائے۔ اور تحذیر کبھی ایاک اور اس کے فروع سے ہوتی ہے۔ خطاب کے لیے ہر ضمیر منصوب سے جیسے:"اياك والكذب، اياك اياك والشر، اياكما من النفاق، اياكم الضلال، اياكن والرّذيلة"

اور کبھی اس کے بغیر ہوتا ہے۔ جیسے:"نفسك والشر، الأسد الأسد" ـــــ [ص:۸۷]

اور کبھی ایاہ اور کبھی ایای اور ان کے فروع کے ذریعہ تحذیر ہوتی ہے جب کہ محذّر پر عطف کیا جائے۔ کقوله:

[فلا تصحب اخا الجهل...☆...وايـــــاك وايــــــاهُ]

حضرت عمر کے قول کا مطلب یہ ہے کہ تلوار یا اس کے مثل کسی ہتھیار سے مارے۔ اور جمہور نے اسے شذوذ میں سے قرار دیا ہے۔

تحذیر میں عامل کا حذف کرنا واجب ہے اياك وغیرہ کے ساتھ اس کے تمام استعمالات میں اگر اسے مکرر کیا جائے یا اس پر عطف کیا جائے جیسا کہ گزرا۔ ورنہ اس کا ذکر وحذف دونوں جائز ہے جیسے:"الكسل ، نفسك الشر" اس میں احزر وغیرہ بھی لگانا جائز ہے اور کبھی مکرر مرفوع ہوتا ہے اس بنا پر کہ یہ مبتدا مرفوع کی خبر ہے جیسے:"الاسد الاسد" ای هذاالاسد اور کبھی ایاک اور اس کے فروع کے بعد قرینہ پر اعتماد کرتے ہوئے محذر منہ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کوئی کہے:" سافعل كذا " تو آپ اسے کہیں "اياك" یعنی "اياك ان تفعله"

"اياك" اور اس کے فروع کے علاوہ سے جو تحذیر ہوتی ہے اس میں محذّر اور محذَّر منہ کو ایک ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسے:"رجلك والحجر" اور محذر کو حزف کرنا اور محذر منہ کو ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسے: "الاسد الاسد" اور قوله تعالیٰ:" نَاقَةَ اللهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ "[الشمس/۱۳] (اللہ کے ناقہ (ف ۱۲) اور اس کی پینے کی باری سے بچو)

♥♥♥...☆......☆......☆......☆...♥♥♥

[المبحث السادس: الأغراء]

اغراء، فعل محذوف کے ذریعہ اسم کو منصوب دینا جو ترغیب اور شوق دلانے کا افادہ کرے اور مقام کی مناسبت سے کوئی فعل مقدر ہوگا۔ اس کا فائدہ مخاطب کو کسی اچھے کام پر ابھارنا ہے تا کہ وہ کام کرے۔ جیسے:"الاجتهاد الاجتهاد"

اس باب میں جس کام کا شوق دلایا گیا ہے اگر اسے مکرر کیا جائے یا اس پر عطف کیا جائے تو عامل کا حذف کرنا واجب ہے جیسے:"النجدة النجدة" اور ثانی:"المروءة والنجدة".

اور اگر مکرر نہ کیا جائے ، یا عطف نہ کیا جائے، تو ذکر و حذف دونوں جائز ہے جیسے:"الاقدام ،الخير" اور اسی میں سے "الصلاة جامعة" پس اگر عامل ظاہر ہو جائے تو تم کہو گے:"الزم الاقدام ، افعل الخير، احضر الصلاة" جائز ہے۔

اور کبھی اغرا میں جو مکرر ہو اسے رفع دیا جاتا ہے اس بنا پر کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ **كقوله:**

ان قــومـا منهم عــمير واشبا.....ةُ عــمير ومنهم الســفاح
لجـــــــديرون بالوفاء اذا قا....لَ اخو النجدة:السلاح السلاح

اس شعر میں:السلاح.......السلاح مرفوع ہے اس لیے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ جب کہ اسے منصوب ہو جانا چاہیے۔ ـــــــــــــــــ [ص:۸۸]

المبحث السابع: الاختصاص

الاختصاص: اسم کو کسی فعل محذوف کی وجہ سے وجوباً منصوب کرنا جس کی تقدیر "اخص، یا اعنی" ہوتی ہے۔
اور یہ اسم کسی ضمیر کے بعد ہی ہوتا ہے اس کی مراد کو بیان کرنے کے لیے اور اس پر ضمیر کا حکم منفرد کرنے کے لیے جیسے:"نحن- العرب- نكرم الضيف" اور اسے اسم مختص سے موسوم کرتے ہیں۔

تو نحن مبتدا ہے اور نكرم الضيف کا جملہ اس کی خبر ہے اور العرب ایک فعل محذوف کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تقدیر اَخُصُّ ہے۔

اورفعل محذوف کا جملہ مبتدا اور خبر کے درمیان معترضہ/عارضی ہے۔ اور یا نحن سے العرب کی خبر دینا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہمان نوازی کرنا/یا مہمانوں کا احترام کرنا عرب کے ساتھ خاص ہے اور ان پر منحصر ہے۔

تو اگر ضمیر کے بعد اسم مذکور ہو اس کے ذریعے سے اس کی خبر دینے کے لیے نہ کہ اس کی مراد بیان کرنے کے لیے تو وہ مرفوع ہے۔ اس لیے کہ اس وقت وہ مبتدا کی خبر ہوتا ہے۔ گویا کہ تم کہ رہے ہو۔ نحن المجتهدون، یا "نحن السابقون"

نصب علی الاختصاص سے لوگوں کا قول: "نحن. الواضعين اسماءنا ادناه.نشهد بكذا وكذا" تو نحن مبتدا ہے اور نشهد کا جملہ اس کی خبر ہے اور الواضعين ایک فعل محذوف کا مفعول ہے اس کی تقدیر نَخُصُّ یا نعنی ہے۔

اور الف لام کے ذریعے معرفہ کا ہونا واجب ہے جیسے: "نحن-العرب-اوفى الناس بالعهود" یا کسی معرفہ کی طرف مضاف ہونا ضروری ہے ۔ جیسے: "نحن-معاشر الانبياء-لا نورثُ،ماتركناهُ صدقة" (ہم انبیا کی جماعت ہیں ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے صدقہ ہے) یا علم ہونا ضروری ہے اور وہ کم ہے۔ جیسے: راجز کا قول: "بنا-تميما-يُكشف الضَّباب" (ترجمہ: ہمارے ساتھ تمیم ہے جس کی وجہ سے بادل بلند کہے جاتے ہیں اور زائل کیے جاتے ہیں۔) رہا علم کی طرف مضاف تو اکثر ہوتا ہے۔ جیسے: "نحن-بني ضبّة-اصحاب الجمل" (ہم بنی دبہ اونٹ والے ہیں/صاحبان اونٹ ہے) اور نکرہ نہیں ہوتا اور ضمیر ہوتا ہے اور نہ اسم اشارہ، نہ ہی اسم موصول۔

اس باب میں اکثر اسماء مضاف کی حیثیت سے داخل ہوتے ہیں۔ "بنو فلان ، ومعشر فلان ، واهل البيت ، وآل فلان"

اور جان لو کہ اسم مختص اکثر ضمیر متکلّم سے نزدیک ہوتا ہے جیسا کہ تم نے دیکھا اور کبھی ضمیر خطاب سے قریب ہوتا ہے: جیسے: "بك- الله-أرجو نجاح القصد" (اللہ تیری حفاظت کرے، میں تمھاری مقصود کے کامیابی کی امید کرتا ہوں) و مثال: "سبحانك-اللهَ-العظيم" (میں تیری عظیم تسبیح کرتا ہوں) اور ضمیر غائب کے بعد نہیں ہوتا ہے۔[ص:۸۹]

اور کبھی اختصاص لفظ "ايّها يا ايّتها" کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے۔ تو وہ دونوں مستعمل ہوتے ہیں جیسا کہ نداء میں مستعمل ہے۔ اور وہ مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں اور وہ دونوں محل نصب میں ہوتے ہیں اخص کی وجہ سے جو واجبی طور سے محذوف ہے اور ان دونوں کے مابعد کا اسم محل بال ہوتا ہے/یعنی الف لام داخل شدہ اور وہ رفعہ کو لازم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ ان دونوں لفظ کی صفت ہے۔ یا اس کا بدل ہے، یا اس کا عطف بیان ہے۔ اور اس کا منصوب ہونا جائز نہیں ہے۔ کہ وہ اس بنیاد پر کہ وہ ان دونوں کے محل کا اعراب کے اعتبار سے تابع ہے۔ جیسے: "انا افعل الخير، ايها الرجل ونحن نفعل المعروف، ايها القوم" اور اسی قبیل سے ہے اس کا قول: "اللهم اغفرلنا، ايّتُها العصابةُ" (اے اللہ ہماری مغفرت فرمائے جماعت)

اور اس نوعیت کے کلام سے اختصاص مراد ہوتا ہے اگرچہ اس کا ظاہر ندا ہے معنی یہ ہوگا۔ "أنا أفعل الخير مخصوصاً من بين الرجال،ونحن نفعل المعروف مخصوصين من بين القوم،واللهمّ اغفرلنا مخصوصين من بين العصائب" اور الرجال سے صرف تیری ذات مراد ہے اور الرجال اور العصابه سے صرف ان کی شخصیتیں مراد ہیں اور "آخُصُّ" کا جملہ "أيها اور أيتها" کے بعد مقدر ہے حال کی وجہ سے منصوب کے مقام میں۔

______☆☆.....☆☆☆.....☆☆______

طالب دعا: محمد سلیم الدین —— بھاگل پوری

ناشر: محبیٰ فاؤنڈیشن، سیتامڑھی، بہار

YOU CAN READ THIS NOTE PDF FILE ON MOBILE ALSO

NOTE:AND IF YOU SAW ANY DOUBT IN THIS DOCUMENT PLEASE CALL ME

BY:AHMAD RAZA MISBAHI [NEPAL]

08355035130